

مرکز اہل السنۃ والجماعت سرگودھا کا ترجمان

# فقیہ سرگودھا

ماہنامہ

شمارہ نمبر 4

اپریل 2016

جلد نمبر 5

مولانا محمد الیاس گھمن  
مدیر

سیرت نبویؐ کا تجارتی پہلو

اسلام میں قتل کی سنگینی اور سزا

امام بخاریؒ کے حقیقی استاد کی بن ابراہیمؒ

استحکام پاکستان میں  
وفاق المدارس العربیہ کا کردار



مرکز اہل السنۃ والجماعۃ

www.ahnafmedia.com

ناشر

مرکز اہل السنۃ والجماعت سرگودھا کا ترجمان



شمارہ نمبر 4

اپریل 2016

جلد نمبر 5

معاون مدیر

مولانا محمد کلیم اللہ حنفی

خط و کتابت کا پتہ

مدیر

مولانا محمد الیاس گھمن

بیرون ممالک

امریکہ، اسٹریلیا، جنوبی افریقہ اور یورپی ممالک  
35 ڈالر..... سالانہ

سعودیہ، انڈیا، متحدہ عرب امارات اور عرب ممالک  
25 ڈالر..... سالانہ

ایران، بنگلہ دیش 20 ڈالر..... سالانہ

دفتر رسائل و جرائد  
مرکز اہل السنۃ والجماعت  
87 جنوبی سرگودھا

mag@ahnafmedia.com

آن لائن پڑھنے اور ڈاؤن لوڈ کرنے کے لیے

www.ahnafmedia.com

قیمت فی شمارہ 20 روپے علاوہ ڈاک خرچ

سالانہ 300 روپے  
زرتعاون

سرکولیشن مینیجر

0332-6311808

صبح 8 تا 4 بجے شام

WhatsApp

+923062251253

مرکز اہل السنۃ والجماعت سرگودھا

## فہرست

استحکام پاکستان میں وفاق المدارس کا کردار ..... 3

اداریہ

اسلام میں قتل کی سنگینی اور سزا ..... 8

مفتی نجیب احمد قاسمی

سیرت نبوی کا تجارتی پہلو ..... 22

مولانا محمد حذیفہ

امام بخاری کے حنفی استاد امام مکی بن ابراہیم ..... 34

مدرثر جمال

نزول عیسیٰ علیہ السلام کا صحیح وقت ..... 37

مفتی محمد راشد دسکوی

نماز جمعہ شہر اور بڑے دیہات میں ہی جائز ہے! .... 42

مولانا محمد نواز الحدیفی

سالانہ اجتماع کی مختصر کارگزاری ..... 51

مولانا محمد کلیم اللہ حنفی

وفات کے بعد خاوند کا اپنی بیوی کو غسل دینا؟ ..... 52

”کارگزاریاں“ ..... 61

## استحکام پاکستان میں ”وفاق المدارس العربیہ“ کا کردار

### اداریہ

پاکستان کی تاریخ میں مدارس اسلامیہ کا ہر دور میں بہت عمدہ کردار رہا ہے وطن عزیز کی سالمیت، استحکام کو برقرار رکھتے ہوئے اس کے تشخص کو پوری دنیا میں اجاگر کرنے کے لیے اہلیان مدارس کا نام سنہری حروف سے لکھے جانے کے قابل ہے۔ یہ حقیقت بھی اپنی جگہ مسلم ہے کہ دور حاضر کے سب سے بڑے دوائیہ ہیں۔ جہالت اور بدامنی۔

جہالت کی بنیاد پر ہمارا معاشرتی نظام تباہی و بربادی کی نذر ہو چکا ہے معاشرے میں پنپنے والی ہر چھوٹی بڑی برائی اسی کی کوکھ سے جنم لے رہی ہے ہماری اخلاقی قدریں جہالت ہی کی وجہ سے پامال ہو رہی ہیں۔ باقی رہی بدامنی تو آپ ہی بتائیے کہ ”ملک پاک“ کا وہ کون سا حصہ سے جو اس سے ”پاک“ ہو؟ تجارتی و کاروباری مراکز، سرکاری و غیر سرکاری ادارے، عصری و دینی درسگاہیں، مکاتب و مساجد الغرض ہر گلی کوچہ میں بدامنی کا بد مست ہاتھی کھلے عام دندنا رہا ہے۔

ایسے حالات میں ملک کے معاملہ فہم، مدبر، شہہ دماغ ارباب حل و عقد طبقہ کو باہمی مشاورت سے ان کے سدباب کے لیے کوئی بند باندھنا ہو گا۔

جہالت کے خاتمے کے لیے ملک میں مثالی تعلیمی اداروں کو فروغ دینا ہو گا۔ ان کا نظام تعلیم و تربیت مزید بہتر کرنے کی پالیسی اختیار کرنا ہو گی۔ سکولز، کالجز اور یونیورسٹیز کو تمام سہولیات کی دستیابی کے ساتھ مثبت نتائج کا حامل بنانے کے لیے انتھک محنت کرنا ہو گی۔ ان کے نصاب تعلیم سے اسلامی تعلیمات کو ختم کرنے کی سازشوں کو

ناکام کر کے بنیادی طور پر ہر بچے کو تعلیم کا حق دار بنانے کے لیے بھرپور کوشش کرنا ہوگی۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ اہلیان مدارس کی علمی و عملی، روحانی و اخلاقی کاوشوں کو سنجیدگی اور قدر کی نگاہ سے دیکھنے کی ضرورت ہے۔

چنانچہ اس حوالے سے احناف دیوبند مکتبہ فکر کے سب سے بڑے منظم اور مضبوط تعلیمی بورڈ ”وفاق المدارس العربیہ پاکستان“ کی خدمات، مسلک اور اغراض و مقاصد پر ایک نظر ڈالتے ہیں: ”وفاق المدارس العربیہ پاکستان“ خالص تعلیمی اور غیر سیاسی ادارہ ہے۔ جس کے تحت بیس ہزار پانچ سو ساٹھ (20560) مدارس و جامعات کام کر رہے ہیں۔ ان مدارس میں ایک لاکھ اکیس ہزار آٹھ سو اسی (121879) اساتذہ کرام خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ جبکہ پچیس لاکھ دس ہزار چار سو بیسی (2510482) طلبہ / طالبات زیر تعلیم ہیں۔

وفاق المدارس سے اب تک فارغ التحصیل ہونے والے علماء کی تعداد ایک لاکھ ستائیس ہزار دو (127002)، عالمات کی تعداد ایک لاکھ بہتر ہزار نو سو پچاس (172950) اور حفاظ کی تعداد نو لاکھ نو اسی ہزار چھ سو اسی (989659) ہے۔

وفاق المدارس کے سالانہ امتحانات 1436ھ / 2015ء کے لئے مدارس و جامعات سے دو لاکھ پینسٹھ ہزار سات سو پچانوے (265795) طلبہ / طالبات کے داخلے موصول ہوئے، کامیابی کا تناسب 81.2 فیصد رہا۔ جن کے لئے ایک ہزار چھ سو اکیانوے (1691) مراکز امتحان قائم کئے گئے۔ امتحانی نظم کو ضلعی سطح پر مسؤلین کے ذریعے مرکزی دفتر سے کنٹرول کیا جاتا ہے۔“

**محققہ مدارس و جامعات:**

وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے قیام 1959ء سے جنوری 2015ء تک



وفاق کے ساتھ ملحق مدارس کی تعداد 17008 ہے۔ ملحقہ مدارس کی شاخوں کی تعداد 3642 ہے۔ اس طرح وفاق المدارس کے تحت کام کرنے والے اداروں کی کل تعداد 20650 ہے۔

نوٹ: مذکورہ بالا اعداد و شمار 2015ء کا ہے اور اب 2016 میں اس تعداد میں کماءو کیفاً خاطر خواہ اضافہ ہوا ہے۔

### وفاق کا مسلک:

”وفاق“ کا مسلک عقائد اہل السنۃ والجماعۃ مطابق تشریحات فقہ حنفی و سلف صالحین اکابر علماء دیوبند ہو گا۔

### وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے اغراض و مقاصد:

(۱) ملحقہ جامعات و مدارس عربیہ کے جملہ درجات بشمول تکمیل و تخصص و تدریب المعلمین والمعلمات کے لئے جامع نصاب تعلیم مرتب کرنا اور امتحانات میں کامیاب طلبہ و طالبات کو شہادات (اسناد) جاری کرنا۔

(۲) مدارس عربیہ و جامعات میں باہمی اتحاد و ربط پیدا کرنے کی کوشش اور ان کو منظم کرنا۔

(۳) مروجہ نصاب تعلیم میں جدید دینی تقاضوں کے مطابق مناسب و موزوں تصرف کرنا اور حسب ضرورت کتب طبع کرنا۔

(۴) وہ مدارس و جامعات جو اس وفاق سے الحاق کریں ان میں نصاب تعلیم، نظام تعلیم اور امتحانات میں باقاعدگی، یک جہتی اور ہم آہنگی پیدا کرنا۔

(۵) جدید عصری تقاضوں کے مطابق تعلیمات اسلامیہ کی ترویج اور نشر و اشاعت اور اہم موضوعات پر مستند اور تحقیقی کتابیں تالیف و تصنیف کرنا۔

(۶) مدارس دینیہ و جامعات کے تحفظ و ترقی اور معیار تعلیم کو بلند کرنے کے

لئے صحیح اور موثر ذرائع اختیار کرنا۔

(۷) تربیت المعلمین والمعلمات کا موثر و مناسب انتظام کرنا۔

جہاں تک بد امنی کی روک تھام کے لیے وفاق المدارس العربیہ پاکستان کی مدبرانہ حکمت عملی اور بالخصوص صدر وفاق المدارس العربیہ پاکستان شیخ الحدیث مولانا سلیم اللہ خان اور ناظم اعلیٰ وفاق المدارس العربیہ قاری محمد حنیف جالندھری کا کردار ہے وہ کسی ذی عقل و فہم پر پوشیدہ نہیں۔ ان کی ہدایات پر وفاق المدارس العربیہ پاکستان سے ملحق تمام مدارس کے ذمہ داران بشمول اساتذہ، عملہ اور طلباء ملکی حدود میں کسی بھی عسکری کارروائیوں میں قطعاً ملوث نہیں۔ ہر علاقے کی مقامی انتظامیہ سے لے کر قانون نافذ کرنے والے ملکی اداروں کے رہنماؤں بشمول وفاقی وزیر داخلہ اور آرمی چیف سمیت ارباب اقتدار اس بات کی تسلی بار بار کر چکے ہیں اور وفاق المدارس العربیہ کی خدمات کو سراہتے ہوئے انہوں نے اسے ملک کے حق میں بہتر قرار دیا ہے۔

جبکہ دوسری طرف سے بھی وفاق المدارس العربیہ پاکستان سے ملحق تمام مدارس کے ذمہ داران اور فارغ التحصیل فضلاء کرام نے ہر کڑے وقت میں امن کے فروغ کے لیے حکومت وقت کا ہمیشہ ہاتھ بٹایا ہے۔

لیکن بد قسمتی کہیے یا کچھ اور!

پچھلی دہائی سے مدارس اسلامیہ بالخصوص وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے نمایاں کارناموں کو بجائے سراہنے اور حوصلہ افزائی کے الٹا سنگین الزامات، ان کے تشخص کو مجروح کرنے کے لیے بے بنیاد پروپیگنڈے کی فضاء سے ایسی سرانڈ جم چکی ہے جس کی تہہ سے مدارس اسلامیہ، علمائے کرام اور طلباء عزیز کے خلاف بدبو کے

بھبھکوں سے اہلیان پاکستان کا ہر فرد ابکانیاں لے رہا ہے۔ خدا را! پاکستان کے استحکام کی بدولت مدارس اسلامیہ کے استحکام اور مدارس اسلامیہ کے استحکام کی بدولت پاکستان کے استحکام کو کمزور نہ ہونے دیں۔ آئیے اس عزم کے اظہار کے لیے شوق در شوق لاہور کے اقبال پارک میں مورخہ 3 اپریل اتوار صبح 10 بجے جوق در جوق شرکت کریں اور قائدین وفاق المدارس کے ساتھ بھرپور اظہار یکجہتی کا مظاہرہ کریں۔

### دفاع اسلام علماء کنونشن کے مشاورتی اجلاس میں چند تجاویز:

13 مارچ 2016ء لاہور میں جمعیت علماء اسلام کے قائد مولانا سمیع الحق دامت برکاتہم کی زیر صدارت دفاع اسلام علماء کنونشن کے مشاورتی اجلاس میں شرکت کی سعادت حاصل ہوئی جس میں ملک کی تمام بڑی مذہبی جماعتوں کے قائدین نے شرکت کی۔ اجلاس میں راقم الحروف کی پیش کردہ تجاویز یہ ہیں:

- 1: وہ فیصلہ کریں جو آپ کل کو صحیح طور پر نبھاسکیں۔
- 2: پاکستان کے نام پر ہم سب متحد ہیں۔ اس لیے دفاع پاکستان کے جلسوں میں پاکستان کا پرچم ہونا چاہیے، تنظیموں کے نہیں۔
- 3: جن جماعتوں کو اپنے اتحاد میں شامل کریں مشکل وقت میں ان کا خیال بھی رکھیں۔
- 4: مشاورتی اجلاس میں جماعتوں کے وفود کے بجائے مرکزی قائدین کا بلانا کافی ہے۔
- 5: ہماری مذہبی قوت بہت زیادہ ہے اسمبلی میں بھی اس قوت کو متحرک رکھیں۔
- 6: وقت کی پابندی کو ضرور ملحوظ رکھا جائے تاکہ میزبان کو مشکلات کا سامنا نہ کرنا پڑے۔
- 7: مقررین ضروری تجاویز پیش کریں لمبی تقریریں نہ فرمائیں۔
- 8: اتحاد میں موجود سربراہان سے گزارش ہے کہ وہ قائد اتحاد مولانا سمیع الحق صاحب دامت برکاتہم کی ہدایات کے مطابق چلیں۔



## اسلام میں قتل کی سنگینی اور سزا

مفتی نجیب احمد قاسمی

قتل کی حرمت قرآن کریم میں:

شریعت اسلامیہ میں جتنی تاکید کے ساتھ انسان کے قتل کی حرمت کو بیان کیا گیا ہے، عصر حاضر میں اس کی اتنی ہی بے حرمتی ہو رہی ہے، چنانچہ معمولی معمولی باتوں پر قتل کے واقعات روزانہ اخباروں کی سرنخیاں بنتے ہیں۔ افسوس کی بات یہ ہے کہ ان دنوں بعض مسلمان بھی اس جرم کا ارتکاب کبھی کبھی دینی خدمت سمجھ کر جاتے ہیں، حالانکہ قرآن و حدیث میں کسی انسان کو ناحق قتل کرنے پر ایسی سخت وعیدیں بیان کی گئی ہیں جو کسی اور جرم پر بیان نہیں ہوئیں۔

اسلامی تعلیمات کے مطابق کسی انسان کو ناحق قتل کرنا شرک کے بعد سب سے بڑا گناہ ہے، بلکہ بعض علماء نے سورۃ النساء آیت نمبر 92 کی روشنی میں فرمایا ہے کہ کسی مسلمان کو ناحق قتل کرنے والا ملت اسلامیہ سے ہی نکل جاتا ہے۔

وَمَنْ يَقْتُلْ مُؤْمِنًا مُتَعَمِّدًا فَجَزَاؤُهُ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِيهَا وَغَضِبَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهُ وَأَعَدَّ لَهُ عَذَابًا عَظِيمًا۔

اور جو شخص کسی مسلمان کو جان بوجھ کر قتل کرے تو اس کی سزا جہنم ہے جس میں وہ ہمیشہ رہے گا اور اللہ اس پر غضب نازل کرے گا اور لعنت بھیجے گا اور اللہ نے اس کے لئے بڑا عذاب تیار کر رکھا ہے۔ اگرچہ جمہور علماء نے قرآن و حدیث کی روشنی میں تحریر کیا ہے کہ کسی کو ناحق قتل کرنے والا بہت بڑے گناہ کا مرتکب تو ضرور ہے مگر وہ اس جرم کی وجہ سے کافر نہیں ہوتا ہے اور ایک طویل عرصہ تک جہنم میں

دردناک عذاب کی سزا پا کر آخر کار وہ جہنم سے نکل جائے گا کیونکہ مذکورہ آیت میں (خَالِدًا فِيهَا) سے مراد ایک طویل مدت ہے۔ نیز قرآن وحدیث کی روشنی میں علماء امت کا اتفاق ہے کہ کسی کو ناحق قتل کرنے والے کی آخرت میں بظاہر معافی نہیں ہے اور اسے اپنے جرم کی سزا آخرت میں ضرور ملے گی اگرچہ مقتول کے ورثاء قاتل سے قصاص نہ لے کر دیت وصول کر لیں یا اسے معاف کر دیں۔

قرآن کریم میں دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے ایک شخص کے قتل کو تمام انسانوں کا قتل قرار دیا:

مَنْ أَجَلَ ذَٰلِكَ كَتَبْنَا عَلَىٰ بَنِي إِسْرَٰئِيلَ أَنَّهُ مَن قَتَلَ نَفْسًا أَوْ فَسَادًا فِي الْأَرْضِ فَكَأَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيعًا وَمَنْ أَحْيَاهَا فَكَأَنَّمَا أَحْيَا النَّاسَ جَمِيعًا  
(سورۃ المائدہ)

اسی وجہ سے بنی اسرائیل کو یہ فرمان لکھ دیا تھا کہ جو کوئی کسی کو قتل کرے جب کہ یہ قتل نہ کسی اور جان کا بدلے لینے کے لئے ہو اور نہ کسی کے زمین میں فساد پھیلانے کی وجہ سے ہو تو یہ ایسا ہے جیسے اس نے تمام انسانوں کو قتل کر دیا اور جو شخص کسی کی جان بچالے تو یہ ایسا ہے جیسے اس نے تمام انسانوں کی جان بچالی۔

غرضیکہ اللہ تعالیٰ نے ایک شخص کے قتل کو پوری انسانیت کا قتل قرار دیا کیونکہ کوئی شخص قتل ناحق کا ارتکاب اسی وقت کرتا ہے جب اس کے دل سے انسان کی حرمت کا احساس مٹ جائے، نیز اگر کسی کو ناحق قتل کرنے کا چلن عام ہو جائے تو تمام انسان غیر محفوظ ہو جائیں گے۔

لہذا قتل ناحق کا ارتکاب چاہے کسی کے خلاف کیا گیا ہو، تمام انسانوں کو یہ سمجھنا چاہئے کہ یہ جرم ہم سب کے خلاف کیا گیا ہے۔

قتل کی حرمت کے متعلق فرمان الہی ہے:

وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ وَمَنْ قُتِلَ مَظْلُومًا فَقَدْ جَعَلْنَا لَوْلِيٍّهُ سُلْطَانًا فَلَا يَسْرِفُ فِي الْقَتْلِ إِنَّهُ كَانَ مَنْصُورًا

(سورۃ الاسراء)

جس جان کو اللہ نے حرمت عطا کی ہے اسے قتل نہ کرو، مگر یہ کہ تمہیں (شرعاً) اس کا حق پہنچتا ہو اور جو شخص مظلومانہ طور پر قتل ہو جائے تو ہم نے اس کے ولی کو (قصاص کا) اختیار دیا ہے۔

چنانچہ اس پر لازم ہے کہ وہ قتل کرنے میں حد سے تجاوز نہ کرے۔ یقیناً وہ اس لائق ہے کہ اس کی مدد کی جائے۔

اسی طرح سورۃ الفرقان آیت 68 اور 69 میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَالَّذِينَ لَا يَدْعُونَ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ وَلَا يَقْتُلُونَ النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُونَ وَمَنْ يَفْعَلْ ذَلِكَ يَلْقَ أَثَامًا يُضَاعَفْ لَهُ الْعَذَابُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَيَخْلُدْ فِيهِ مُهَانًا

اور جو اللہ کے ساتھ کسی بھی دوسرے معبود کی عبادت نہیں کرتے اور جس جان کو اللہ نے حرمت بخشی ہے اسے ناحق قتل نہیں کرتے اور نہ وہ زنا کرتے ہیں، اور جو شخص بھی یہ کام کرے گا اسے اپنے گناہ کے وبال کا سامنا کرنا پڑے گا۔ قیامت کے دن اس کا عذاب بڑھا بڑھا کر دو گنا کر دیا جائے گا۔ اور وہ ذلیل ہو کر اس عذاب میں ہمیشہ ہمیشہ رہے گا۔

آخری تینوں آیات میں صرف مسلمانوں کے قتل کی ممانعت نہیں ہے بلکہ ہر اُس شخص کے قتل کی ممانعت ہے جس کی جان کو اللہ تعالیٰ نے حرمت بخشی ہے۔

## قتل پر سخت و عیدیں رحمۃ للعالمین ﷺ کی زبانی:

حضور اکرم ﷺ رحمۃ للعالمین بنا کر مبعوث ہوئے مگر اس کے باوجود حضور اکرم ﷺ نے کسی کو ناحق قتل کرنے پر سخت سے سخت و عیدیں ارشاد فرمائی ہیں اور امت کو اس سنگین گناہ سے باز رہنے کی بار بار تلقین فرمائی ہے۔ پانچ احادیث پیش ہیں:

حجۃ الوداع کے موقع پر آپ ﷺ نے اپنے عظیم خطبہ میں اس بات پر بھی زور دیا کہ کسی کا خون نہ بہایا جائے، چنانچہ ارشاد فرمایا: تمہارے خون، تمہارے مال اور تمہاری آبروئیں ایک دوسرے کے لئے ایسی ہی حرمت رکھتی ہیں جیسے تمہارے اس مہینے (ذی الحجہ) میں تمہارے اس شہر (مکہ مکرمہ) اور تمہارے اس دن کی حرمت ہے۔ تم سب اپنے پروردگار سے جا کر ملو گے، پھر وہ تم سے تمہارے اعمال کے بارے میں پوچھے گا۔ لہذا میرے بعد پلٹ کر ایسے کافر یا گمراہ نہ ہو جانا کہ ایک دوسرے کی گردنیں مارنے لگو۔

(صحیح بخاری۔ باب حجۃ الوداع، صحیح مسلم۔ باب القسامۃ)

یعنی کسی شخص کو ناحق قتل کرنا کافروں اور گمراہوں کا کام ہے نیز ایک دوسرے کو کافر یا گمراہ کہہ کر قتل نہ کرنا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: کبیرہ گناہوں میں سے سب سے بڑے گناہ یہ ہیں: اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانا، کسی انسان کو قتل کرنا، والدین کی نافرمانی کرنا اور جھوٹی بات کہنا۔

(صحیح بخاری۔ باب قول اللہ تعالیٰ من احیاھا)

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ

نے ارشاد فرمایا: کسی مسلمان کو گالی دینا گناہ کبیرہ ہے اور اسے قتل کرنے کے لئے لڑنا کفر ہے۔

(صحیح بخاری۔ کتاب الادب)

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ایک مسلمان کو اپنے دین کے معاملے میں اس وقت تک (معافی کی) گنجائش رہتی ہے جب تک وہ حرام طریقے سے کسی کا خون نہ بہائے۔

(صحیح بخاری۔ کتاب الدیات)

صحیح بخاری کی سب سے مشہور شرح لکھنے والے علامہ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ اس حدیث کا مطلب بیان کرتے ہوئے تحریر کرتے ہیں کہ کسی کا ناحق خون بہانے کے بعد معافی کا امکان بہت دور ہو جاتا ہے۔

(فتح الباری)

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایک مسلمان شخص کے قتل سے پوری دنیا کا ناپید (اور تباہ) ہو جانا ہلکا (واقعہ) ہے۔

(ترمذی۔ باب ماجاء فی تشدید قتل المؤمن، نسائی، ابن ماجہ)

قرآن و حدیث کی روشنی میں ذکر کیا گیا کہ کسی شخص کو قتل کرنا شرک کے بعد سب سے بڑا گناہ ہے اور قاتل کی سزا جہنم ہے جس میں وہ ایک طویل عرصہ تک رہے گا، اللہ اس پر غضب نازل کرے گا اور لعنت بھیجے گا اور اللہ تعالیٰ نے قاتل کے لئے بڑا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

لہذا ہر شخص کو چاہئے کہ وہ قتل جیسے بڑے گناہ سے ہمیشہ بچے اور وہ کسی بھی حال میں کسی بھی جان کا ضائع کرنے والا نہ بنے کیونکہ بسا اوقات ایک شخص کے قتل

سے نہ صرف اس کی بیوی بچوں کی زندگی بلکہ خاندان کے مختلف افراد کی زندگی بعد میں دو بھر ہو جاتی ہے اور اس طرح خوشحال خاندان کے افراد بیوہ، یتیم اور محتاج بن کر تکلیفوں اور پریشانیوں میں زندگی گزارنے والا بن جاتے ہیں۔

### قتل کی اقسام اور ان کی سزا:

اگر کوئی شخص کسی دوسرے شخص کو قتل کر دے تو آخرت میں دردناک عذاب کے ساتھ دنیا میں بھی اسے سزا ملے گی جس کو قرآن وحدیث کی روشنی میں اختصار کے ساتھ ذکر کر رہا ہوں۔ سب سے پہلے سمجھیں کہ قتل کی تین قسمیں ہیں:

(۱) قتل عمد: قتل عمد وہ ہے کہ ارادہ کر کے کسی شخص کو آہنی ہتھیار سے یا ایسی چیز سے جس سے عموماً قتل کیا جاتا ہے، قتل کیا جائے۔ مثلاً کسی شخص کو تلوار یا گولی سے مارا۔

(۲) قتل شبہ عمد: قتل شبہ عمد وہ ہے جو قصد آتو ہو مگر ایسے آلہ سے نہ ہو جس سے عموماً قتل کیا جاتا ہے۔ مثلاً کسی شخص کو ایک پتھر پھینک کر مارا اور وہ اس کی وجہ سے مر گیا۔

(۳) قتل خطا: کوئی شخص کسی شخص کے عمل کی وجہ سے غلطی سے مر جائے۔ مثلاً جانور کا شکار کر رہا تھا مگر وہ تیر یا گولی غلطی سے کسی شخص کے لگ گئی اور وہ مر گیا۔

قتل عمد (جان بوجھ کر کسی کو ناحق قتل کرنے) کا حکم:

شرک کے بعد سب سے بڑا گناہ:

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: وَمَنْ يَقْتُلْ مُؤْمِنًا مُتَعَدِّيًا فَجَزَاؤُهُ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِيهَا وَغَضِبَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهُ وَأَعَدَّ لَهُ عَذَابًا عَظِيمًا۔



اور جو شخص کسی مسلمان کو جان بوجھ کر قتل کرے تو اس کی سزا جہنم ہے جس میں وہ ہمیشہ رہے گا اور اللہ اس پر غضب نازل کرے گا اور لعنت بھیجے گا اور اللہ نے اس کے لئے بڑا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

قرآن کریم میں دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے ایک شخص کے قتل کو پوری انسانیت کا قتل قرار دیا:

مَنْ قَتَلَ نَفْسًا أَوْ فَسَادًا فِي الْأَرْضِ فَكَأَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيعًا

(سورة المائدة)

مرنے کے بعد دردناک عذاب: فرمان الہی ہے:

وَمَنْ يَفْعَلْ ذَلِكَ يَلْقَ أَثَامًا يُضَاعَفْ لَهُ الْعَذَابُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَيَخْلُدْ فِيهِ مُهَانًا۔

(سورة الفرقان)

اور جو شخص بھی یہ کام (کسی کو ناحق قتل) کرے گا اسے اپنے گناہ کے وبال کا سامنا کرنا پڑے گا۔ قیامت کے دن اس کا عذاب بڑھا بڑھا کر دو گنا کر دیا جائے گا، اور وہ ذلیل ہو کر اس عذاب میں ہمیشہ ہمیشہ رہے گا۔

اسی طرح سورة النساء آیت 93 میں ذکر کیا گیا کہ جو شخص کسی مسلمان کو جان بوجھ کر قتل کرے تو اس کی سزا جہنم ہے جس میں وہ ہمیشہ رہے گا، اللہ اس پر غضب نازل کرے گا اور لعنت بھیجے گا اور اللہ نے اس کیلئے بڑا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

قصاص یا دیت یا معافی: قتل ثابت ہونے پر مقتول کے ورثاء کو اختیار ہے کہ وہ اسلامی حکومت کی نگرانی میں قاتل سے قصاص لیں یعنی حکومت قاتل کو قصاصاً قتل کرے۔ شریعت اسلامیہ نے مقتول کے ورثاء کو یہ بھی اختیار دیا ہے کہ وہ قاتل کو

قصاصاً قتل نہ کرا کے قاتل کے اولیاء سے دیت یعنی سواونٹ کی قیمت یا اس سے کچھ کم یا زیادہ پیسہ لے لیں یا معاف کر دیں۔ قصاص یا دیت یا معافی میں مقتول کے ورثاء کے لئے جس میں زیادہ فائدہ ہو اس کو اختیار کرنا چاہئے۔

فرمان الہی ہے: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلِ، الْحُرُّ بِالْحُرِّ وَالْعَبْدُ بِالْعَبْدِ وَالْأَنْثَى بِالْأُنْثَى فَمَنْ عُفِيَ لَهُ مِنْ أَخِيهِ شَيْءٌ فَاتِّبَاعٌ بِالْمَعْرُوفِ وَأَدَاءٌ إِلَيْهِ بِإِحْسَانٍ ذَلِكَ تَخْفِيفٌ مِنْ رَبِّكُمْ وَرَحْمَةٌ فَمَنِ اعْتَدَى بَعْدَ ذَلِكَ فَلَهُ عَذَابٌ أَلِيمٌ۔ وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيَاةٌ يَا أُولِي الْأَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ۔

(سورۃ البقرہ)

اے ایمان والو! جو لوگ (جان بوجھ کر ناحق) قتل کر دئے جائیں ان کے بارے میں تم پر قصاص (کا حکم) فرض کر دیا گیا ہے۔ آزاد کے بدلے آزاد، غلام کے بدلے غلام اور عورت کے بدلے عورت (ہی کو قتل کیا جائے گا)، پھر اگر قاتل کو اس کے بھائی (یعنی مقتول کے ورثاء) کی طرف سے کچھ معافی دے دی جائے تو معروف طریقے کے مطابق (خون بہا کا) مطالبہ کرنا (وارث کا) حق ہے اور اسے خوش اسلوبی سے ادا کرنا (قاتل کا) فرض ہے۔ یہ تمہارے پروردگار کی طرف سے ایک آسانی پیدا کی گئی ہے اور ایک رحمت ہے۔ اس کے بعد بھی کوئی زیادتی کرے تو وہ دردناک عذاب کا مستحق ہے اور اے عقل رکھنے والو! تمہارے لئے قصاص میں زندگی (کا سامان ہے)، امید ہے کہ تم (اس کی خلاف ورزی سے) بچو گے۔

علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ نے تحریر کیا ہے کہ زمانہ اسلام سے کچھ پہلے دو عرب قبیلوں میں جنگ شروع ہوئی، طرفین کے بہت سے آدمی آزاد و غلام، مرد

و عورت قتل ہو گئے، ابھی ان کے معاملہ کا تصفیہ ہونے نہیں پایا تھا کہ زمانہ اسلام شروع ہو گیا اور یہ دونوں قبیلے اسلام میں داخل ہو گئے، اسلام لانے کے بعد اپنے اپنے مقتولوں کا قصاص لینے کی گفتگو شروع ہوئی تو ایک قبیلہ (جو قوت و شوکت والا تھا) نے مطالبہ کیا کہ ہم اس وقت تک راضی نہ ہوں گے جب تک ہمارے غلام کے بدلے میں تمہارا آزاد اور عورت کے بدلے میں مرد قتل نہ کیا جائے۔

ان کے ظالمانہ اور جاہلانہ مطالبہ کی تردید کے لئے یہ آیت نازل ہوئی: اَلْحُرُّ بِاَلْحُرِّ وَالْعَبْدُ بِالْعَبْدِ وَالْاُنْثٰی بِالْاُنْثٰی جس کا حاصل ان کے مطالبہ کو رد کرنا تھا کہ غلام کے بدلے آزاد کو اور عورت کے بدلے مرد کو قتل نہیں کیا جائے گا بلکہ صرف قاتل کو ہی قصاص میں قتل کیا جائے گا۔

اسلام نے اپنا عادلانہ قانون نافذ کر دیا کہ جس نے قتل کیا ہے وہی قصاص میں قتل کیا جائے گا، اگر عورت قاتل ہے تو کسی بے گناہ مرد کو اس کے بدلے میں قتل کرنا، اسی طرح قاتل اگر غلام ہے تو اس کے بدلے میں کسی بے گناہ آزاد کو قتل کرنا بہت بڑا ظلم ہے، جو اسلام میں قطعاً برداشت نہیں ہے۔

غرضیکہ اس آیت کا حاصل اس کے سوا کچھ نہیں کہ جس نے قتل کیا ہے وہی قصاص میں قتل کیا جائے گا۔

وراثت سے محرومی: اگر قاتل نے اپنے کسی قریبی رشتہ دار کو قتل کر دیا تو وہ مقتول کی وراثت سے محروم ہو جائے گا۔ مثلاً کسی شخص نے اپنے والد کو قتل کر دیا تو وہ والد کی وراثت سے محروم ہو جائے گا جیسا کہ حضرات صحابہ کرام کا حضور اکرم ﷺ کی تعلیمات کی روشنی میں اجماع ہے۔

مشہور و معروف واقعہ ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ابن قتادہ

المدلجی کی دیت کا پیسہ قاتل باپ کو نہ دے کر اس کے بھائی کو دیا تھا۔

(سنن کبریٰ للبیہقی)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے کسی شخص کو قتل کیا تو قاتل، مقتول کی وراثت میں شریک نہیں ہوگا خواہ قاتل کے علاوہ مقتول کا کوئی وارث نہ ہو۔ اگر باپ نے بیٹے یا بیٹے نے باپ کو قتل کر دیا تو قاتل کو مقتول کے مال میں کوئی وراثت نہیں۔

(دارقطنی)

(نوٹ) قتل عمد میں کفارہ (غلام کی آزادی یا 60 روزے رکھنا) نہیں ہے، اگرچہ بعض علماء نے قتل خطا پر قیاس کر کے قتل عمد میں بھی کفارہ کے وجوب کا قول اختیار کیا ہے۔ قصاص معاف ہونے کی صورت میں قاتل کی دنیا میں زندگی تو محفوظ ہو جائے گی لیکن آخرت میں اسے اپنے جرم کی سزا ملے گی، لہذا موت تک اسے اللہ تعالیٰ سے معافی مانگتے رہنا ہوگا۔

### قتل شبہ عمد کا حکم:

اگر کسی شخص نے کسی شخص کو ایسی چیز ماری جس سے عام طور پر قتل نہیں کیا جاتا ہے مثلاً پتھر، ڈنڈا، گھونسا، کوڑا وغیرہ مگر وہ اس کی وجہ سے مر گیا تو یہ بھی قتل ہوگا، لیکن اس قتل پر قصاص نہیں آئے گا، البتہ یہ بھی بڑا گناہ ہے اگرچہ قتل عمد سے کم ہے کیونکہ اس میں قصد پھر بھی ہے۔ اس کے علاوہ مقتول کے ورثاء کو دیت لینے کا حق حاصل ہوگا۔ اگر فریقین راضی ہیں تو دیت سے کم یا زیادہ قیمت پر بھی صلح کر سکتے ہیں۔

(نوٹ) قتل شبہ عمد میں بھی کفارہ (غلام کی آزادی یا 60 روزے رکھنا) نہیں

ہے، اگرچہ بعض علماء نے قتل خطا پر قیاس کر کے قتل شبہ عمد میں بھی کفارہ کے وجوب کا قول اختیار کیا ہے۔

### قتل خطا کا حکم:

اگر کسی شخص سے غلطی سے کسی شخص کا قتل ہو جائے مثلاً جانور کا شکار کر رہا تھا مگر وہ تیر یا گولی غلطی سے کسی شخص کے لگ گئی اور وہ مر گیا، اس میں قصاص تو نہیں ہے، البتہ شریعت اسلامیہ نے مقتول کے ورثاء کو یہ اختیار دیا ہے کہ وہ قاتل اور اس کے اولیاء سے دیت یعنی سواونٹ کی قیمت یا اس سے کچھ کم یا زیادہ پیسہ لیں یا معاف کر دیں۔

مقتول کے ورثاء دیت لیں یا معاف کر دیں لیکن قاتل کو اللہ تعالیٰ سے معافی مانگنے کے ساتھ 60 دن کے مسلسل روزے بھی رکھنے ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ أَنْ يَقْتُلَ مُؤْمِنًا إِلَّا خَطَاً وَمَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا خَطَاً فَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ مُؤْمِنَةٍ وَدِيَّةٌ مُسْلِمَةٌ إِلَى أَهْلِهِ إِلَّا أَنْ يَصَّدَّقُوا فَإِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍ عَدُوٍّ لَكُمْ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ مُؤْمِنَةٍ وَإِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِيثَاقٌ فِدْيَةٌ مُسْلِمَةٌ إِلَى أَهْلِهِ وَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ مُؤْمِنَةٍ فَمَنْ لَمْ يَجِدْ فَصِيَّامٌ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ تَوْبَةً مِّنَ اللَّهِ وَكَانَ اللَّهُ عَلِيمًا حَكِيمًا۔

(سورۃ النساء)

کسی مسلمان کا یہ کام نہیں ہے کہ وہ کسی دوسرے مسلمان کو قتل کرے، الا یہ کہ غلطی سے ایسا ہو جائے۔ اور جو شخص کسی مسلمان کو غلطی سے قتل کر بیٹھے تو اس پر فرض ہے کہ وہ ایک مسلمان غلام آزاد کرے اور دیت (یعنی خون بہا) مقتول کے

ورثاء کو پہنچائے الایہ کہ وہ معاف کر دیں۔ اور اگر مقتول کسی ایسی قوم سے تعلق رکھتا ہو جو تمہاری دشمن ہو، مگر وہ خود مسلمان ہو، تو بس ایک مسلمان غلام کو آزاد کرنا فرض ہے، (خون بہا دینا واجب نہیں) اور اگر مقتول ان لوگوں میں سے ہے جو (مسلمان نہیں، مگر) ان کے اور تمہارے درمیان کوئی معاہدہ ہے تو بھی یہ فرض ہے کہ خون بہا اس کے وارثوں تک پہنچایا جائے اور ایک مسلمان غلام کو آزاد کیا جائے۔ ہاں اگر کسی کے پاس غلام نہ ہو تو اس پر فرض ہے کہ دو مہینے تک مسلسل روزے رکھے۔ یہ توبہ کا طریقہ ہے جو اللہ نے مقرر کیا ہے اور اللہ علیم و حکیم ہے۔

(نوٹ) قتل خطا میں بھی بے احتیاطی کا گناہ ہے کفارہ کا وجوب اور توبہ کا لفظ اس پر دال ہے، اگرچہ قتل شبہ عمد کے مقابلہ میں کم ہے۔

(نوٹ) عمومی طور پر گاڑیوں کے حوادث میں مرنے والے افراد بھی قتل خطا کے ضمن میں آتے ہیں الایہ کہ مرنے والی کی خود کی غلطی ہو۔

### قتل سے متعلق متفرق مسائل:

سورة المائدہ کی آیت (وَالْعَيْنِ بِالْعَيْنِ وَالْأَنْفِ بِالْأَنْفِ وَالْأُذُنِ بِالْأُذُنِ وَالسِّنُّ بِالسِّنِّ وَالْجُرُوحُ قِصَاصٌ فَمَنْ تَصَدَّقَ بِهِ فَهُوَ كَفَّارَةٌ لَّهُ) کی روشنی میں فقہاء و علماء نے تحریر کیا ہے کہ اگر کسی شخص نے کسی شخص کے جسم کے کسی عضو کو تلف کر دیا مثلاً آنکھ پھوڑ دی تو اسے اس کی سزا دی جائے گی الایہ کہ مجروح شخص اس کا معاوضہ حاصل کر لے یا وہ جارج کو معاف کر دے۔

قصاص کے لفظی معنی ی برابر کے ہیں۔ اصطلاح شرع میں قصاص کہا جاتا ہے قتل کی اس سزا کو جس میں مساوات اور مماثلت کی رعایت کی گئی ہو۔

مقتول کی دیت سو اونٹ یا دس ہزار درہم یا ایک ہزار دینار یا اس کے برابر



قیمت ہے یا فریقین جو طے کر لیں۔ سعودی عرب میں فی الحال دیت کی قیمت تین لاکھ ریال متعین ہے۔

اگر مقتول عورت ہے تو آدھی دیت یعنی پچاس اونٹ یا اس کی قیمت واجب ہوگی۔

کفارہ میں روزے خود قاتل کو رکھنے ہوں گے البتہ دیت قاتل کے اہل نصرت پر ضروری ہوگی جسے شرعی اصطلاح میں عاقلہ کہتے ہیں۔ دیت کی ادائیگی کی ذمہ داری تمام گھروالوں بلکہ تمام قریبی رشتہ داروں پر اس لئے رکھی گئی ہے تاکہ معاشرہ کا ہر شخص قتل کرنے سے نہ صرف خود بچے بلکہ ہر ممکن کوشش کرے کہ معاشرہ اس جرم عظیم سے پاک و صاف رہے۔

اسی لئے اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ایک شخص کے قتل کو پوری انسانیت کا قتل قرار دیا اور ایک شخص کی زندگی کی حفاظت کو پوری انسانیت کی زندگی قرار دی۔ غرضیکہ دیت کی ادائیگی خاندان کے تمام افراد پر رکھی گئی ہے تاکہ دیت کے خوف سے ہر شخص معاشرہ کو قتل سے محفوظ کرنے کی ہر ممکن کوشش کرے۔

کفارہ کے روزے میں اگر مرض کی وجہ سے تسلسل باقی نہ رہے تو از سر نو رکھنے پڑیں گے، عورت کے حیض کی وجہ سے تسلسل ختم نہیں ہوگا یعنی اگر کسی عورت نے کسی شخص کو قتل کر دیا اور وہ 60 روزے کفارہ میں رکھ رہی ہے، 60 روزے رکھنے کے دوران ماہواری کے آنے سے کوئی فرق نہیں پڑے گا وہ ماہواری سے فراغت کے بعد 60 روزوں کو جاری رکھے گی۔ اگر کوئی قاتل اپنی کمزوری کی وجہ سے 60 روزے رکھنے کی استطاعت نہیں رکھتا ہے تو اسے قدرت تک توبہ کرتے رہنا ہوگا۔ دیت میں حاصل شدہ مال مقتول کے ورثہ میں شرعی اعتبار سے تقسیم ہوگا۔

جو وارث اپنا حصہ معاف کر دے گا اس قدر معاف ہو جائے گا اور اگر سب نے معاف کر دیا تو سب معاف ہو جائے گا۔ اگر کسی ایک شرعی وارث نے بھی اپنی حصہ کی دیت کا مطالبہ کر لیا یا معاف کر دیا تو پھر قصاص نہیں لیا جائے گا۔ اب دوسرے ورثاء کے لئے دو ہی اختیار ہوں گے یا تو اپنے حصہ کی دیت لیں یا پھر معاف کر دیں۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ کسی بھی انسان کو قتل کرنا تو درکنار، ہم کسی بھی حال میں کسی بھی انسان کے قتل میں کسی بھی نوعیت سے معاون ثابت نہ ہوں تاکہ ہم آخرت میں دردناک عذاب سے محفوظ رہیں۔ اگر کسی نے کوئی قتل کیا ہے تو حکومت وقت ہی کو اسے قصاصاً قتل کرنے کا حق حاصل ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں تمام گناہوں سے محفوظ رہ کر یہ دنیاوی فانی زندگی گزارنے والا بنائے اور ہمیں دونوں جہاں میں کامیابی عطا فرمائے۔

### توجہ فرمائیں!!!

دفتر رسائل و جرائد کی طرف سے گزارش ہے کہ جن قارئین خریدار اور ایجنسی ہولڈرز کی سالانہ فیس پوری ہو چکی ہے یا ان کے ذمہ سابقہ رقم واجب الادا ہے وہ جلد از جلد اپنی رقم جمع کرائیں۔ تاکہ رسائل کو بلا تعطل اور بروقت روانہ کیا جاسکے۔ امید ہے کہ آپ ضرور شفقت والا معاملہ فرمائیں گے۔  
نوٹ: رقم جمع کرانے کے بعد اطلاع ضرور دیں۔

فون نمبر: 03326311808

وائس ایپ: 03062251253

## سیرت نبوی کا تجارتی پہلو

### مولانا محمد حذیفہ، مظفر نگر

اپنے محبوب کی شخصیت کا تذکرہ کرتے ہوئے اللہ جل شانہ ارشاد فرماتے ہیں إِنَّكَ لَعَلَى خَلْقٍ عَظِيمٍ (القلم آیت 4) لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ (الاحزاب آیت 21)

ان آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اندر ہر قسم کے اوصاف بدرجہ اتم موجود تھے۔ آپ ایک جلیل القدر پیغمبر اور نبی ہونے کے ساتھ ساتھ ایک نظریاتی فلاحی ریاست کے بانی بھی تھے۔ اسی طرح اگر آپ مصلح اعظم تھے تو ایک بے نظیر سیاست داں بھی۔ قائد لشکر تھے تو عظیم فاتح بھی۔ اگر عظیم سربراہ مملکت تھے تو بے عدیل قاضی القضاۃ بھی۔ اگر عدیم المثال تاجر تھے تو مہربان شوہر، شفیق باپ اور مخلص دوست بھی۔

غرضیکہ آپ کی ذات گرامی میں ہر قسم کی خوبیاں جمع ہو گئیں تھیں رب کائنات نے مذکورہ آیات میں اسی کی منظر کشی کی ہے کہ اگر تم طالب علم ہو تو غار حرا میں بیٹھنے والی ہستی کو دیکھو کہ اس نے قرآن کریم کس طرح سیکھا۔ اگر تم استاد ہو تو اصحاب صفہ کے معلم گرامی کی پیروی کرو۔ اگر تم خاوند ہو تو سیدہ خدیجہ، سیدہ عائشہ اور دیگر ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے عالی قدر شوہر کو دیکھو۔ اگر تم صاحب اولاد ہو تو سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے جلیل القدر باپ کو دیکھو کہ انہوں نے اولاد کی دینی تربیت کس طرح فرمائی۔ اگر تم تبلیغ کے فرض عین میں مصروف ہو تو مکہ کی گلیوں، طائف کی وادیوں اور مدینہ کے کوچے و بازاروں میں چلنے پھرنے والے مبلغ اعظم کو

دیکھو کہ اس نے اللہ کے بندوں تک کس طرح دین کا پیغام پہنچایا۔ اگر تم تاجر ہو تو سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کا سامان تجارت فروخت کرنے والے کی طرف نظر کرو کہ اس نے کتنی دیانت و امانت سے تجارت کی۔

اگر تم دوست ہو تو غار ثور کی تنہائیوں میں صدیق اکبر کو دلاسا دینے والے کو دیکھو اور سبق سیکھو کہ وہ ایک نادیدہ بالاتر، ہمہ مقتدر مقدس ہستی پر کیسا اٹل ایمان رکھتا تھا اور کتنے نازک مرحلے میں اس کے لبوں پر لا تحزن إن اللہ معنا ہی کا نشید مقدس گونج رہا تھا۔ اگر تم کمانڈر ہو تو جنگ بدر کے مجاہدین کے بیدار مغز کمانڈر انجیف کو دیکھو۔ اگر تم فاتح ہو تو مکہ مکرمہ کے فاتح کو دیکھو کہ اس عالی ظرف اور کریم النفس قائد انسانیت نے سفاک قاتلوں اور اپنے خون کے پیاسے دشمنوں کو بھی کس فراخ دلی سے معاف کر دیا۔

نیولین کہتا ہے کہ عظماء تاریخ میں سے ہر ایک صرف کسی ایک گوشے میں عظیم ہوتا تھا اور ایک آدھ خوبی کا مالک ہوتا تھا مگر پیغمبر اسلام میں انسان عظیم کے تمام خصائص موجود تھے۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے پوری انسانیت کے لیے رحمت بنا کر بھیجا تھا آپ معاشرے کی فلاح و بہبود اور اصلاح و تربیت کے لیے دنیا میں تشریف لائے تھے آپ آزادی کے علمبردار، حریت فکر کے نقیب، باعزت زندگی کی طرف بلانے والے داعی اعظم اور اخوت و مساوات کے بانی تھے۔

ان چند سطور میں سرور کائنات کی شخصیت کے گونا گوں پہلوؤں میں سے ایک پہلو یعنی تجارتی پہلو پر قدرے تفصیلی بحث کرنے کی کوشش کی ہے۔ اس پہلو پر گفتگو کرنے سے پہلے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ جزیرہ عرب کے ماحول پر ایک طائرانہ

نظر ڈالی جائے۔

جزیرہ عرب ایک بالکل بے آب و گیاہ علاقہ ہے جہاں کھیتی باڑی کرنے یا مویشی پالنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اور چونکہ اس دور میں اہل عرب علم و ہنر اور فنون سے بھی نا آشنا تھے اس لیے ان کے لیے معاش کے طور پر ایک پیشہ تجارت ہی بہترین قرار پاسکتا تھا ویسے بھی جزیرہ نما عرب دنیا کے عین وسط میں ہونے کی بنا پر مختلف ملکوں کے درمیان ایک بہترین مقام اتصال تھا اس لیے یہاں کے باشندوں کا عام پیشہ تجارت تھا اور وہ تجارت کے سلسلے میں دور دراز کے ممالک کی طرف سیاحی کرتے رہتے تھے۔

ان کے تجارتی قافلے ایک جانب تو بحر ہند سے لیکر بحیرہ روم تک اور دوسری جانب جنوب عرب میں عمان و یمن سے لیکر شمال میں فلسطین و شام تک چلتے رہتے تھے۔ اس طرح یہ بڑی بڑی تجارتی شاہراہیں انہی کے قبضے میں تھیں اور ان کے بڑے بڑے تجارتی کارواں مال و اسباب سے لدے ہوئے آتے جاتے رہتے تھے۔ موسم گرما میں ان کے سفر شمال میں شام کی طرف ہوتے اور موسم سرما میں جنوب میں عمان و یمن کی طرف۔ آبادی کا بیشتر حصہ اسی تجارت پر گذر بسر کرتا اپنا بیشتر سرمایہ تجارتی کاموں میں لگائے رکھتا قافلوں کی واپسی پر منافع آپس میں تقسیم ہوتے۔

یہ تاجر پیشہ لوگ دوسرے باشندوں کی بہ نسبت آسودہ تھے ان میں سے قبیلہ قریش کا تجارتی مقام تو بہت بلند تھا؛ بل کہ وہ عرب کی پوری تجارت پر حاوی تھے جس کی شہادت خود اللہ جل شانہ نے اپنے کلام مقدس میں دی ہے: **إِيلَافُهُمْ رَحْلَةَ الشِّتَاءِ وَالصَّيْفِ (القریش)**

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیاسی زندگی کے مصنف لکھتے ہیں ”چین و

عرب کی تجارت عرب میں سے ہو کر یورپ جاتی تھی قریش کا عرب کی تجارت پر حاوی رہنا، مصر و شام، عراق و ایران، یمن و عمان، حبش و سندھ وغیرہ سے انہوں جو تجارتی معاہدے (ایلاف) کر رکھے تھے اور رحلۃ الشتاء والصیف کے باعث شمال و جنوب کے جس طرح قلابے ملا تے رہتے تھے وہ سب جانتے ہیں“

(ص: ۳۷)

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے خاندانہ قریش میں ہی آنکھیں کھولیں اور اسی تجارتی ماحول میں نشوونما پائی لہذا آپ تجارت جیسے مقدس پیشے سے الگ کیسے رہ سکتے تھے آپ کے چچا ابوطالب بھی تاجر تھے اور تجارت کے لیے دور دراز کے سفر اختیار کیا کرتے تھے دادا کی وفات کے بعد انہوں نے آپ کی پرورش کا ذمہ اپنے کندھوں پر اٹھایا اور آپ کو اپنی اولاد سے بڑھ کر محبوب رکھا اسی محبت کی بنا پر آپ کو اپنے ساتھ سفر پر بھی لے جانے لگے۔

### آپ کا پہلا تجارتی سفر:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک 12 سال دو ماہ ہو چکی تھی کہ آپ کے چچا ابوطالب نے قریش کے قافلہ تجارت کے ساتھ شام کا ارادہ کیا مصائب سفر کے خیال سے ابوطالب کا ارادہ آپ کو ہمراہ لے جانے کا نہ تھا عین روانگی کے وقت آپ کے چہرے پر حزن و ملال کے آثار دیکھے اس لیے آپ کو اپنے ہمراہ لے لیا اور روانہ ہوئے جب شہر بُصریٰ کے قریب پہنچے تو وہاں ایک نصرانی (بقول بعض یہودی) راہب تھا جس کا نام جرہیس تھا اور بحیرا راہب کے نام سے مشہور تھا۔

بحیرا کی آپ سے ملاقات ہوئی اس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پر نور پر جلال چہرے پر علامات نبوت دیکھیں اور آپ کو آنے والے نبی کی پیشین گوئی کا



مصدق پایا تو خواجہ ابوطالب کو تاکید کی کہ یہ لڑکا بڑا ہو کر عظیم الشان بنے گا لہذا اسے شام کے یہودی دشمنوں سے بچایا جائے چنانچہ خواجہ ابوطالب نے فی الفور آپ کو مکہ واپس بھیج دیا۔

### کاروباری مشاغل:

جیسا کہ اوپر گذرا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا اصلی خاندانی پیشہ تجارت تھا اور آپ بچپن ہی میں ابوطالب کے ساتھ کئی بار تجارتی سفر فرما چکے تھے جس سے آپ کو تجارتی لین دین کا کافی تجربہ بھی حاصل ہو چکا تھا اس لیے آپ کو تجارت سے بڑی دلچسپی تھی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے چچا ابوطالب کے کندھوں کو جو پہلے سے ہی کثیر العیال تھے مزید گراں بار نہیں کرنا چاہتے تھے اس لیے آپ نے تجارت کو جاری رکھتے ہوئے ذریعہ معاش کے لیے اسی پیشہ کو اختیار فرمایا اور تجارت کی غرض سے شام و بصری اور یمن کا سفر فرمایا اور ایسی راست بازی اور امانت و دیانت کے ساتھ آپ نے تجارت کا کاروبار کیا کہ آپ کے شرکا اور تمام اہل بازار آپ کو امین کے لقب سے پکارنے لگے۔

ایک کامیاب تاجر کے لیے امانت، سچائی، وعدے کی پابندی اور خوش اخلاقی تجارت کی جان ہیں ان خصوصیات میں مکہ کے تاجر امین نے جو تاریخی شاہکار پیش کیا ہے اس کی مثال تاریخ عالم میں نادر روزگار ہے۔

آپ جلد ہی اپنے ان اوصاف کی وجہ سے مکہ کے کامیاب ترین تاجر ثابت ہو گئے اور پوری قوم میں آپ کا نام صادق اور امین مشہور ہو گیا آپ کی راست بازی اور حسن کردار کا سکھ ہر فرج بشر کے دل پر بیٹھ گیا اور مکہ کے بڑے بڑے تاجر اور مالدار یہ خواہش کرنے لگے کہ آپ ان کے سرمایہ اپنے ہاتھ میں لیکر ان کے کاروبار چکائیں

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کچھ دنوں تک سائب بن قیس مخزومی کے سرمایہ سے تجارت کرتے رہے بلکہ انہوں نے ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تاجر امین کے لقب سے نوازا۔

### کاروبار کا طریقہ کار:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہر معاملہ سچائی اور امانت داری سے کرتے اور ہر معاملے میں سچا وعدہ کرتے اور جو وعدہ کرتے اس کو پورا ہی کرتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تجارتی ساتھی عبد اللہ بن ابی الحساء بیان کرتے ہیں کہ میں نے بعثت سے پہلے ایک بار نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک معاملہ کیا میرے ذمے کچھ دینا باقی تھا میں نے عرض کیا کہ میں ابھی لے کر آتا ہوں اتفاق سے گھر جانے کے بعد اپنا وعدہ بھول گیا تین روز بعد یاد آیا کہ میں آپ سے واپسی کا وعدہ کر کے آیا تھا یاد آتے ہی فوراً آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مکان پر پہنچا معلوم ہوا کہ دو روز گزر گئے آج تیسرا دن ہے وہ مکان پر نہیں آئے گھر والے خود پریشان ہیں میں یہاں سے روانہ ہوا اور جہاں جہاں خیال تھا سب جگہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تلاش کیا کہیں نہیں ملے۔

احتیاطاً وعدہ گاہ پر پہنچا میری حیرت کی انتہا نہ رہی جب دیکھا کہ آپ اسی مقام پر موجود ہیں اور میرا انتظار کر رہے ہیں اور زیادہ حیرت اس بات پر ہوئی کہ مسلسل تین دن انتظار کی زحمت اٹھانے کے بعد بھی جب میں نے معذرت کی تو آپ نہ ناراض ہوئے نہ لڑائی جھگڑا کیا اور نہ ڈانٹ ڈپٹ کی صرف اتنا کہہ کر خاموش ہو گئے اور وہ بھی دھیمی آواز میں ”یا فتی لقد شققت علی أنا ہھنا منذ ثلاث أنتظرک“ (سنن أبی داؤد رقم الحدیث: ۴۹۹۶) کہ اے عبد اللہ تو نے مجھے بڑی زحمت دی میں تین دن سے اسی جگہ آپ کا انتظار کر رہا ہوں۔

(ماخوذ از سیرۃ المصطفیٰ ۱/۹۶، سیرۃ النبی ۱/۱۲۹)

تجارت کے کاروبار میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنا معاملہ ہمیشہ صاف رکھتے تھے۔ عبد اللہ بن سائب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں زمانہ جاہلیت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا شریک تجارت تھا جب مدینہ منورہ حاضر ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھ کو پہچانتے بھی ہو؟ میں نے عرض کیا کیوں نہیں! کنت شریکی فنعلم الشریک لاتداری ولا تماری آپ تو میرے شریک تجارت تھے اور کیا ہی اچھے شریک نہ کسی بات کو ٹالتے تھے اور نہ کسی بات پر جھگڑتے تھے۔

(سیرۃ المصطفیٰ ۱/۹۶)

قیس بن سائب مخزومی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ زمانہ جاہلیت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے شریک تجارت تھے ”وکان خیر شریک لایماری ولا یشاری“ آپ بہترین شریک تجارت تھے نہ جھگڑتے تھے اور نہ کسی قسم کا مناقشہ کرتے تھے۔ (حوالہ بالا)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کاروبار کے ایک ساتھی کا نام ابو بکر رضی اللہ عنہ بھی تھا وہ بھی مکہ ہی میں قریش کے ایک سوداگر تھے وہ کبھی کبھی سفر میں آپ کے ساتھ رہتے تھے۔

(سیرۃ النبی ۱/۱۲۶)

عرب میں ہر سال جو مشہور تجارتی میلے منعقد ہوتے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی اپنا سامان تجارت ان میلوں میں لے جایا کرتے آپ کی دیانتداری کی بنا پر آپ کا سامان میلے میں آتے ہی ہاتھوں ہاتھ بک جاتا۔ ایک دفعہ ایک میلے میں آپ بیس اونٹ لائے مگر اسی وقت کسی کام سے باہر جانا پڑ گیا تو اپنے غلام کو تاکید کر گئے کہ ان اونٹوں میں سے ایک لنگڑا ہے اس کی نصف قیمت وصول کی جائے۔

فارغ ہو کر آپ واپس تشریف لائے تو اونٹ فروخت ہو چکے تھے۔ غلام سے دریافت کیا تو اس نے معذرت کی کہ مجھے خریداروں کو لنگڑے اونٹ کی بابت بتانا یاد نہ رہا اور میں نے اس کی بھی پوری قیمت وصول کر لی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خریداروں کا اتنا پتہ دریافت کیا تو اس نے بتایا کہ وہ یمن کی طرف سے آئے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس واقعے پر بڑا ملال تھا فوراً غلام کو ساتھ لیا اور گھوڑے پر سوار ہو کر ان کی تلاش میں چل دیئے ایک دن اور ایک رات کی مسافت طے کرنے کے بعد ان کو پالیا اور ان سے پوچھا کہ تم نے یہ اونٹ کہاں سے خریدے ہیں وہ بولے کہ ہمارے مالک نے ہمیں یمن سے میلے میں محمد بن عبد اللہ کے تمام اونٹ خریدنے کے لیے بھیجا تھا اور تاکید کی تھی کہ اس کے سوا کسی اور سے کچھ سامان نہ خریدنا ہم وہاں تین دن تک محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے مال کو تلاش کرتے رہے آخر تین دن کے بعد ان کا مال منڈی میں آیا تو ہم نے اطلاع پاتے ہی خرید لیا۔

آپ نے فرمایا بھائیو! ان اونٹوں میں سے ایک اونٹ لنگڑا ہے سوا داکرتے ہوئے میرا ملازم بتانا بھول گیا اب وہ اونٹ مجھے دے دو اور اس کی قیمت واپس لے لویا پھر اس کی ادھی قیمت مجھ سے وصول کر لو۔ اتفاق سے ابھی تک انہیں اونٹ کے لنگڑے پن کا علم نہ ہوا تھا مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ اونٹ دیکھتے ہی فوراً پہچان لیا اور وہ اونٹ ان سے لیکر اس کی قیمت واپس کر دی۔

بعد میں جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان نبوت فرمایا تو انہوں نے کہا ہم تو پہلے ہی سوچتے تھے کہ ایسا شخص کوئی معمولی آدمی نہیں ہو سکتا فوراً خدمت اقدس میں پہنچے اور شرف اسلام سے بہرہ مند ہو گئے۔

ان واقعات سے یہ واضح ہوتا ہے کہ آپ نے بیرون تجارت میں بھی حصہ

لیا اور آپ مکہ میں گھوم پھر کر بھی کاروبار کیا کرتے تھے۔

الغرض ابو طالب کے ساتھ آپ بچپن ہی میں بعض تجارتی سفر کر چکے تھے۔ ہر قسم کا تجربہ حاصل ہو چکا تھا اور آپ کے حسن معاملہ کی شہرت ہر طرف پھیل چکی تھی۔ نوخیز و نوجوان محمد صلی اللہ علیہ وسلم گلہ بانی سے آگے بڑھ کر میدان تجارت میں آئے تو آپ کے تعلقات وسیع ہوئے۔

لوگوں کو آپ کو آزمانے اور پرکھنے کا موقع ملا مگر یہ حقیقت ہے کہ جن لوگوں نے آپ کو زیادہ قریب سے دیکھا وہی آپ کے سب سے زیادہ گرویدہ ہوئے اور ایک عجیب بات یہ ہے کہ صرف دس بارہ سال کے عرصے میں آپ کی غیر معمولی امانت داری، راستبازی اور سچائی نے سب ہی مکہ والوں کو یہاں تک موہ لیا کہ وہ آپ کا نام لینا بے ادبی سمجھنے لگے۔

یہی مکہ کے بڑے بڑے تاجر اور سیٹھ جن کو اپنی دولت پر ناز تھا جن کو اپنے بین الاقوامی تعلقات پر فخر تھا کہ ان کے تجارتی قافلے شام، یمن اور فارس وغیرہ جاتے ہیں افریقہ کے بازاروں میں ان کا لین دین ہوتا ہے ان ملکوں کے امیروں اور بادشاہوں سے ان کی راہ و رسم ہے ان سے اپنی بات منوا سکتے ہیں یہی رؤساء قریش جو اپنے سوا کسی کو نظر میں نہیں لاتے تھے جو دوسروں کی گردنیں اپنے سامنے جھکوانا چاہتے تھے جن کے مشاعروں کی جان ان کے وہ فخریہ قصیدے ہو کر تے تھے جن میں وہ اپنی عظمت اور بڑائی کے ترانے گاتے اور کوئی ان کا توڑ کر تا تو لڑ پڑتے تھے یہاں تک کہ خونریز جنگ کی نوبت آ جاتی تھی۔

دنیا جانتی ہے تاریخ شاہد ہے کہ یتیم عبد اللہ کی غیر معمولی سچائی اور امانت داری نے ان سیٹھوں اور رئیسوں کو اس حد تک متاثر اور گرویدہ بنادیا تھا کہ وہ آپ کا

الصادق یا الامین ہی کہتے تھے نام لینا بے ادبی سمجھتے تھے یہ دو لفظ یہاں تک زبانوں پر چڑھ گئے کہ انہوں نے قومی لقب کی حیثیت اختیار کر لی۔

### شام کا دوسرا سفر:

ان دنوں مکہ میں سب سے زیادہ مالدار ایک معزز خاتون سیدہ خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا تھیں جو دوبار بیوہ ہو چکی تھیں انہوں نے باپ سے کثیر جائیداد پائی تھی اور اب تمام تر توجہ تجارت کی طرف مبذول کر رکھی تھی اور اپنی تجارت کو باقی رکھنے کے لیے انہیں کسی ایسے امانت دار شخص کی ضرورت تھی جو کاروباری سلیقہ اور تجارتی تجربہ بھی رکھتا ہو۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر اگرچہ تقریباً ۲۳ سال تھی مگر آپ کے اوصاف حمیدہ کے چرچے شروع ہو گئے تھے کاروباری سلیقہ کی بھی شہرت ہو چکی تھی اور تجارتی قافلے کے ساتھ شام جاکر بیرونی تجارت کا بھی آپ کو تجربہ ہو چکا تھا تو انہوں نے خواہش ظاہر کی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کا سامان تجارت سرزمین شام کی طرف لے جائیں اور معاملہ یہ طے ہوا کہ وہ آپ کو دوسرے لوگوں کی بہ نسبت دو گنا منافع دیں گی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا ابوطالب سے مشورہ کرنے کے بعد یہ پیش کش قبول فرمائی اور ۲۳ یا ۲۴ برس کی عمر میں دوسری بار شام کی طرف روانہ ہوئے واپسی پر آپ نے ایسا مال تلاش کیا جس کا مکہ میں فوراً نکاس ہو جائے آپ نے شام سے یہ مال لا کر مکہ معظمہ میں فروخت کیا تو نفع بدرجہا زیادہ ہوا۔ حضرت خدیجہ نے شام جاتے وقت جب مال سپرد کیا تو اپنے بھروسے مند غلام میسرہ کو بھی ساتھ کر دیا۔ بہانہ یہ تھا کہ وہ خدمت کرتے رہیں گے اور مقصد یہ تھا کہ مال کی نگرانی بھی رکھیں



اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے طور و اطوار کا بھی گہرائی سے مطالعہ کرتے رہیں۔ سفر شام سے واپسی پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مال کا نفع حضرت خدیجہ کے سپرد کیا اور میسرہ نے نہ صرف امانت داری؛ بلکہ آپ کے عام اخلاق کی بھی ایسی تعریف کی کہ خدیجہ رضی اللہ عنہا جو اپنی زندگی کا یہ آخری دور کسی راست باز کے حوالے کرنا چاہتی تھیں دامان محمد میں ان کو گوہر مراد نظر آنے لگا۔

چنانچہ سفر شام سے واپسی کے دو ماہ پچیس روز بعد حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے آپ سے نکاح کا پیام دیا آپ نے اپنے چچا کے مشورے سے اس کو قبول فرمایا اور پچیس برس کی عمر میں اپنے سے پندرہ برس بڑی اور دو بار بیوہ ہو چکی خاتون کے ساتھ رشتہ ازدواج میں منسلک ہو گئے۔

نکاح کے بعد حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے اپنا مال حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں پر بچھا کر دیا مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا سارا مال غریبوں، بیواؤں اور یتیموں کی امداد پر صرف کر دیا اور اپنی معاش تجارت کو باقی رکھا اسی سے اپنے کنبے کی گذر بسر کرتے۔

تجارت کی خاطر آپ نے بصری اور مدینہ کی جانب کئی تجارتی سفر کئے اور انہی سفروں کے درمیان آپ نے قریش کی تجارتی شاہراہوں کے ہر پیچ و خم سے آگاہ ہو گئے خصوصاً مدینہ کی سیاسی اور جغرافیائی حیثیت اچھی طرح سمجھ لی۔

بات بہت طویل ہوتی جا رہی ہے؛ لیکن اس طوالت کے باوجود سرکارِ دو عالم کے اس پہلو؛ بل کہ کسی بھی پہلو کا احاطہ تو دور کما حقہ بیان بھی نہیں کیا جاسکتا۔

مذکورہ تفصیل سے معلوم ہو چکا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تجارت پسند فرماتے تھے اور صاف ستھری بغیر دھوکہ اور جھوٹ کے تجارت کرتے تھے اور جب

خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کام کیا ہے تو اس کام کی عظمت میں کیا شبہ ہو سکتا ہے حالانکہ یہ ساری باتیں ضمناً ماقبل میں معلوم ہو چکی ہیں؛ لیکن پھر بھی چند ارشادات نبوی اور نقل کردینا مناسب سمجھتا ہوں جن سے تجارت اور تجارت پیشہ لوگوں کی عظمت واضح ہو۔ نیز تجارت میں امت کے لئے آپ کا مقرر کردہ اصول بھی سامنے آسکے: آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک بار سوال کیا گیا کہ کون سی کمائی پاکیزہ ترین ہے؟ فرمایا: اپنے ہاتھوں سے کام کرنا اور ہر حلال و جائز بیع۔

(السنن الکبریٰ للبیہقی ۵/۲۶۳)

تجارت میں حسن معاملہ، صداقت و دیانت اور راست بازی کی ہر دم تاکید نصیحت فرماتے رہے فرمایا: قیامت کے روز تاجر فجار کی حیثیت سے اٹھائے جائیں گے بجز اس تاجر کے جو اپنے معاملات میں خدا ترس رہا، لوگوں سے حسن سلوک کیا اور ہر معاملے میں سچائی کا دامت تھامے رکھا۔

(ترمذی شریف حدیث: ۱۲۱۰)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خرید و فروخت میں زیادہ قسمیں کھانے سے منع فرمایا: ”إياكم وكثرة الحلف في البيع فإنه ينفق ثم يمحق“ بیع میں زیادہ قسمیں کھانے سے احتیاط برتو؛ کیونکہ اس طرح مال تو بک جاتا ہے مگر برکت جاتی رہتی ہے۔

(مسلم شریف حدیث: ۴۱۲۳)

ایک آخری بات کہتے ہوئے ان چند سطور کا خاتمہ کرتا ہوں اس دعا کے ساتھ کہ اللہ خصوصاً مجھ کو اور عموماً پوری امت مسلمہ کو ایک ایک سنت کو جاننے اور عمل کرنے کی توفیق دے۔

آمین بحرمة خاتم الانبياء والمرسلين

## امام بخاری رحمہ اللہ کے حنفی استاد

### امام مکی بن ابراہیم رحمہ اللہ

#### مدثر جمال

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے تلمیذ خاص اور امام بخاریؒ کے کبار شیوخ میں سے ہیں۔ صحیح البخاری کی گیارہ ثلاثیات انہی کی روایت سے ہیں۔ مکی نام اور ابوالسکن کنیت ہے، سلسلہ نسب یہ ہے: مکی بن ابراہیم بن بشیر بن فرقد البلخی - بلخ کے رہنے والے ہیں۔ 126ھ میں پیدا ہوئے۔

علامہ ذہبی نے سیر اعلام النبلاء میں ”الامام، الحافظ، الصادق، مسند خراسان“ کے وقیع الفاظ سے آپ کا تذکرہ کیا ہے۔

حافظ ابن حجر فتح الباری میں تحریر کرتے ہیں: ہومن کبار شیوخ البخاری سمع من سبعة عشر نفساً من التابعین منهم یزید بن ابی عبید۔  
”مکی بن ابراہیم، امام بخاری کے بزرگ اساتذہ میں سے ہیں، انہوں نے سترہ تابعین سے حدیث کی سماعت کی ہے ان تابعین میں ایک یزید بن ابی عبید ہیں“  
آپ کے اساتذہ میں امام جعفر صادق، امام ابو حنیفہ، امام مالک، امام ابن جریج، بہز بن حکیم، ایمن بن نابل، یزید بن ابی عبید اور ہشام بن حسان جیسے اساطین علم حضرات شامل ہیں۔

شروع میں ایک تاجر پیشہ آدمی تھے مگر امام ابو حنیفہ کی مسلسل تاکید و ترغیب سے حصول علم میں مشغول ہوئے جس کی تفصیل امام کردری نے مناقب

الامام ابی حنیفہ میں اپنی سند کے ساتھ خود انہی کی زبانی یوں نقل کی ہے:

ترجمہ: میں تجارت پیشہ آدمی تھا، ایک دفعہ امام ابو حنیفہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو انہوں نے کہا: اے مکی تم مجھے تاجر معلوم ہوتے ہو؟ (تو سنو) جو تجارت علم کے بغیر ہو اس میں بڑا فساد اور خرابی پیدا ہو جاتی ہے (کہ حلال و حرام اور جائز و ناجائز کی تمیز نہیں رہتی) تو تم کیوں علم حاصل نہیں کرتے اور کتابت حدیث میں مشغول کیوں نہیں ہوتے؟۔ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ بار بار مجھے یہی کہتے رہے یہاں تک کہ میں حصول علم میں مشغول ہو گیا اور اللہ تعالیٰ نے مجھے علم کا بڑا حصہ نصیب فرمایا۔ اب میں ہمیشہ امام ابو حنیفہؒ کیلئے جب بھی وہ یاد آجائیں اور ہر نماز کے بعد پابندی سے دعا کرتا ہوں کیونکہ انہی کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے علم کا دروازہ مجھ پر کھول دیا۔“

(مناقب الامام ابی حنیفہ للامام الکردری: ج 2 ص 161)

آپ کو امام ابو حنیفہ سے حد درجہ محبت تھی ان کی تعریف میں فرمایا کرتے تھے: کان ابو حنیفہ یصدق قولہ فعلہ یعنی امام ابو حنیفہ کے قول و فعل میں سچائی تھی منافقت نہ تھی کہ گفتار کچھ اور ہوتی اور کردار کا رخ دوسرا ہوتا۔ آپ کی اپنے شیخ امام ابو حنیفہ سے محبت کا ایک دلچسپ واقعہ امام کردری نے نقل کیا ہے: اسماعیل بن بشر کہتے ہیں کہ ہم مکی بن ابراہیم کی مجلس میں تھے، انہوں نے حدیث بیان کرتے ہوئے ”حدثنا ابو حنیفہ“ کہا تو ایک اجنبی آدمی نے چیخ کر کہا ہمیں امام ابن جریج کی سند سے حدیث سناؤ، ابو حنیفہ کی سند سے روایت بیان نہ کرو، مکی بن ابراہیم یہ سن کر غصہ ہوئے اور کہا:

انالا نحدث السفهاء حرمت علیک ان تکتب عنی قم عن مجلسی

ہم بے وقوفوں کو حدیث نہیں سناتے، مجھ سے کوئی حدیث لکھنا تجھ پر حرام

ہے، چل میری مجلس سے نکل جا۔ پھر جب تک وہ آدمی مجلس سے نکل نہ گیا مکی بن ابراہیم نے حدیث بیان نہ کی۔

(مناقب الامام ابی حنیفہ للامام الکدوری: ج2 ص161)

اس سے پتہ چلتا ہے کہ امام مکی بن ابراہیم رحمہ اللہ کے نزدیک امام ابو حنیفہ نعمان بن ثابت رحمہ اللہ کا حدیث میں پایہ بلند تھا اور اسی لیے جب اس شخص نے ان کی روایت لینا پسند نہ کی تو انہوں نے اسے بے وقوف قرار دیا اور اس پر حدیث کا سنانا بند کر دیا کہ ایسے لوگ اس قابل ہی نہیں کہ انہیں علم حدیث پہنچایا جائے۔

علامہ ذہبی سیر اعلام النبلاء میں لکھتے ہیں: عبد الصمد بن فضل فرماتے ہیں میں نے مکی بن ابراہیم کو کہتے ہوئے سنا کہ میں نے ساٹھ حج کیے۔ ساٹھ نکاح کیے اور دس سال بیت اللہ کے پڑوس میں قیام پذیر رہا اور اگر مجھے معلوم ہوتا کہ لوگ علم حدیث میں میرے محتاج ہوں گے تو میں تابعین کے علاوہ کسی سے حدیث نہ لکھتا۔ عمر بن مدرک خود موصوف سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے بلخ کے دیہات سے پچاس مرتبہ حج کا سفر کیا اور میں نے مکہ میں رہائش کیلئے مکان کے کرائے میں ایک ہزار دینار سے زائد خرچ کیے۔ (سیر اعلام النبلاء ج8، ص354)

شیخ مکی سے بڑے بڑے شیوخ محدثین نے احادیث روایت کی ہیں ان میں امام بخاری، امام احمد بن حنبل، عبید اللہ قواریری، یحییٰ بن معین، معمر بن محمد اللبانی، یزید بن سنان البصری اور عمر بن مدرک سرفہرست ہیں۔

امام ذہبی نے سیر اعلام النبلاء میں محمد بن سعد وغیرہ کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ موصوف نے بلخ میں 215ھ کی نصف شعبان میں انتقال کیا جبکہ امام بخاری اور ابو حاتم کے قول کے مطابق 214ھ میں انتقال فرمایا۔

## نزولِ عیسیٰ علیہ السلام کا صحیح وقت

### مفتی محمد راشد دسکوی

ایک ساتھی کے سوال کے جواب میں بندہ نے بتایا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول نمازِ فجر کے وقت ہو گا، اس سے اگلے دن اسی ساتھی کا فون آیا کہ بہشتی زیور میں تو لکھا ہوا ہے کہ نزولِ عیسیٰ عصر کے وقت ہو گا۔ اس پر بندہ کشمکش میں پڑ گیا کہ یہ کیا ہو گیا، اسی وقت بندہ نے کہا کہ اگر ایسا ہی ہے تو پھر یہی ٹھیک ہو گا، مجھے غلطی لگی ہو گی۔ پھر جب بہشتی زیور اٹھا کر دیکھا تو وہاں واقعتاً یہی مذکور تھا، تشویش اس بات پر تھی کہ میرے ذہن میں نمازِ فجر کے وقت کی تعیین کس بناء پر بیٹھی ہوئی ہے؟!

اسی جستجو میں مزید تلاش کی تو مفتی نظام الدین شامزئی صاحب رحمہ اللہ کی کتاب ”عقیدہ ظہورِ مہدی“ میں بھی یہی بات ملی، ان دونوں کتابوں میں حوالہ حضرت شاہ رفیع الدین صاحب رحمہ اللہ کے ایک رسالہ ”قیامت نامہ“ کا دیا گیا تھا، حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کا وہ رسالہ تلاش کر کے اس میں بھی دیکھا تو وہاں علامہ برزنجی کی کتاب ”الاشاعت“ کا حوالہ موجود تھا۔

اس پر مزید تحقیق کی تو رائج اور اصح قول نمازِ فجر کے وقت ہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول ہونا سامنے آیا، نہ کہ نمازِ عصر کے وقت۔ پوری تفصیل قارئین کے فائدے کی خاطر نذرِ قسط اس کی جاتی ہے:

### بہشتی زیور کی عبارت:

”دجال ملکِ شام پہنچے گا، جب دمشق کے قریب ہو گا، تو حضرت مہدی علیہ الرضوان وہاں پہلے سے پہنچ چکے ہوں گے اور لڑائی کی تیاری میں مشغول ہوں گے کہ

عصر کا وقت آجائے گا، مؤذن اذان دے گا اور لوگ نماز کی تیاری میں ہوں گے کہ اچانک حضرت عیسیٰ علیہ السلام دو فرشتوں کے کندھوں پر ہاتھ رکھے ہوئے آسمان سے اترتے نظر آئیں گے اور جامع مسجد کے مشرق کی طرف والے منارے پر آکر ٹھہریں گے، وہاں سے زینہ لگا کر نیچے تشریف لائیں گے۔۔۔۔۔ الخ۔

حضرت مولانا اشرف تھانوی صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ مضمون احادیث میں اس طرح مسلسل نہیں آیا، بلکہ حضرت شاہ رفیع الدین صاحب رحمہ اللہ نے بہت سی متفرق احادیث کو جمع کر کے ترتیب دیا ہے۔

(بہشتی زیور، تھوڑا سا حال قیامت اور اس کی نشانیوں کا، ص: ۵۰۱، دارالاشاعت)

### ”عقیدہ ظہور مہدی“ اور ”قیامت نامہ“ کا حوالہ

حضرت مولانا مفتی نظام الدین شامزئی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ”عقیدہ ظہور مہدی“ میں حضرت شاہ رفیع الدین صاحب رحمہ اللہ کے رسالے ”قیامت نامہ“ [ص: ۱۴، مطبوعہ ہمدرد پریس دہلی] سے ہی یہ مضمون نقل کیا ہے۔

حضرت شاہ رفیع الدینؒ کی ذکر کردہ تحریر کا مأخذ علامہ برزنجیؒ کی کتاب ”الاشاعت“ (ص: ۱۶۹) ہے اور آگے علامہ برزنجیؒ نے یہ مضمون ابن العربیؒ کی کتاب ”الفتوحات المکیہ“ سے نقل کیا ہے، جس میں نماز عصر کے وقت نزول کا ذکر ہے۔

### ابن العربی رحمہ اللہ کا قول:

ابن العربی رحمہ اللہ کی عبارت ملاحظہ ہو :

”ینزل علیہ عیسیٰ ابن مریم بالمنارة البيضاء بشرقی دمشق بین مہرودتین متکئا علی ملکین: ملک عن یمینہ و ملک عن یسارہ، یقطر رأسہ ماء مثل الجمان، یتحدّر کأمنما خرج من دیماس، والناس فی صلوة العصر،

فیتنچی له الإمام من مقامه، فیتقدم فیصلی بالناس، یؤم الناس بسنة محمد صلی الله علیه وسلم۔ (الفتوحات المکیة، فی معرفۃ وزراء المہدی: دار الکتب العلمیۃ)

ایسے موقع پر (جس کا ذکر ماقبل میں گزرا) حضرت عیسیٰ علیہ السلام دمشق کے مشرقی جانب، سفید مینارے پر دو زر و چادروں میں لپٹے ہوئے اتریں گے، اس حال میں کہ آپ دو فرشتوں پر ٹیک لگائیں ہوئے ہوں گے، ایک فرشتہ آپ کی دائیں جانب ہو گا اور دوسرا بائیں جانب۔ آپ کے سر مبارک سے موتیوں کی مانند پانی کے قطرے ٹپک رہے ہوں گے، جیسا کہ آپ ابھی غسل خانہ سے نکلے ہوں، اس وقت لوگ نماز عصر کے لیے تیار کھڑے ہوں گے۔ امام (آپ کو دیکھ کر) آپ کے لیے اپنے مصلیٰ سے پیچھے ہٹ جائے گا، (تاکہ آپ نماز پڑھائیں) تو آپ آگے بڑھ کر لوگوں کو نماز پڑھائیں گے اور سنت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق امامت کرائیں گے۔

### قول محقق:

تتبع کتب کے بعد اندازہ ہوا کہ یہ محض ابن العربی کا اپنا قول ہے، انہوں نے اس قول کی دلیل میں کسی روایت کو پیش نہیں فرمایا، صرف اس مقام سے کچھ آگے سنن ترمذی کی ایک روایت نقل کی ہے، جو صحیح مسلم میں بھی موجود ہے، لیکن اس روایت میں کہیں بھی عصر کے وقت نزول کا ذکر نہیں ہے۔

اس موضوع پر مقدور بھر کوشش کرنے کے بعد ایسا معلوم ہوتا کہ لفظ ”عصر“ کی ”فجر“ کے ساتھ لفظی مشابہت کی وجہ سے کتابت کی غلطی سے ایسا تغیر ہو گیا ہے، کیونکہ بہت ساری کتب تفاسیر، کتب احادیث، شروح احادیث، کتب علم الکلام اور عربی وارد و فتاویٰ جات میں نزول عیسیٰ علیہ السلام کا وقت: ”صبح کا وقت / نماز فجر / بوقتِ سحر“ مذکور ہے، ناکہ نماز عصر کا وقت، مثلاً: تفسیر ابن کثیر، جامع البیان للطبری



، الدر المنثور ، سنن ابن ماجہ، مسند احمد بن حنبل، مستدرک علی الصحیحین، مجمع الزوائد، تكملة فتح الملہم، الحاوی للفتاوی، الفتاویٰ الحدیثیہ، فتاویٰ عزیزہ، جواہر الفقہ، معارف الحدیث، آپ کے مسائل اور ان کا حل وغیرہ۔

علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ نے تو اپنی تفسیر اور تاریخ میں نزول عیسیٰ علیہ السلام سے متعلق احادیث متواترہ ذکر کرنے کے بعد ان سے اخذ کردہ فوائد ذکر کرتے ہوئے صاف لکھا ہے کہ نزول نماز فجر کے وقت ہو گا۔ ملاحظہ ہو :

”فهذه أحاديث متواترة عن رسول الله صلى الله عليه وسلم ----- وفيها دلالة على صفة نزوله ومكانه من أنه بالشام، بل بدمشق عند المنارة الشرقية، وأن ذلك يكون عند إقامة صلاة الصبح --- الخ“.

(تفسیر ابن کثیر، سورۃ النساء، رقم الآیہ: ۱۵۵-۱۵۹، ۴/۳۶۳، مؤسسۃ قرطبہ)

یہ (تمام) احادیث نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے تواتر کے ساتھ منقول ہیں۔ ان احادیث میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کی کیفیت، نازل ہونے کی جگہ پر راہنمائی ملتی ہے کہ آپ ملک شام، بلکہ (ملک شام کے شہر) دمشق کی مشرقی مینارے پر اتریں گے، اور یہ کہ یہ اترا نماز صبح کی جماعت کھڑی ہونے کے وقت ہو گا۔

وأنه ينزل على المنارة البيضاء بدمشق، وقد أقيمت صلاة الصبح، فيقول له إمام المسلمين: تقدم يا روح الله! فصل، فيقول: لا، بعضكم على بعض أمراء، تكرمته الله لهذه الأمة“.

(البدایۃ والنہایۃ صفۃ عیسیٰ علیہ السلام ۲/۵۲۶، دار ہجر للطباعة والنشر)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام دمشق کے سفید مینار پر اتریں گے، اس وقت نماز صبح کی اقامت کہی جا چکی ہوگی، تو آپ کو (دیکھ کر) مسلمانوں کا امام کہے گا، اے روح

اللہ! آگے تشریف لائیے اور (ہمیں) نماز پڑھائیے، تو اس کے جواب میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام ارشاد فرمائیں گے: نہیں، اللہ تعالیٰ کا اس امت پر یہ اعزاز ہے کہ تم میں سے بعض، دوسرے بعض پر امیر ہیں۔

خلاصہ کلام یہ کہ عصر کے وقت میں نزولِ عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں ماسوا مذکورہ بالا تین کتب کے کہیں کچھ نہیں ملا، ہر جگہ نماز فجر کے وقت کی تعیین ہی ملی، اس کے ساتھ ساتھ یہ بات بھی ہے کہ عصر کے وقت نزول کی تردید پر سوائے حضرت مولانا سرفراز خان صفدر صاحب نور اللہ مرقدہ کے، دیگر شارحین یا محدثین کرام وغیرہ کا کوئی کلام نہیں ملا، واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب و علمہ اکمل واتم۔

امام اہل سنت مولانا سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ ”توضیح المرام فی نزول مسیح علیہ السلام“ میں ایک مقام پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول پر قادیانیوں کی کتب سے ہی دلائل دیتے ہوئے، تیسرے حوالے (مرزا صاحب لکھتے ہیں حجج الکرامتہ، ص: ۴۱۸ میں ابن واطیل وغیرہ سے روایت لکھی ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام عصر کے وقت آسمان پر سے نازل ہوں گے۔ تحفہ گوڑویہ، ص: ۱۸۴) کے بعد لکھتے ہیں:

یہ تین حوالے ہم نے مرزا غلام احمد قادیانی کے نقل کیے ہیں، جن میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان سے نازل ہونے کی تصریح ہے اور اپنے اقرار اور بیان سے بڑھ کر آدمی کے لیے اور کیا حجت ملزمہ ہو سکتی ہے؟! صحیح احادیث کے پیش نظر جن کا ذکر اسی پیش نظر کتاب میں باحوالہ ہو چکا ہے، حضرت عیسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام کا نزول عصر نہیں بلکہ بوقتِ صبح، صلاۃ صبح ہو گا۔

(توضیح المرام فی نزول مسیح علیہ السلام، عیسائی بھی مسیح علیہ السلام کے رفع اور نزول کے قائل اور ان کی آمد کے منتظر ہیں، ص: ۷۲، طبع پنجم، اگست ۲۰۱۰ء، مکتبہ صفدریہ) بقیہ ص 50 پر

## نماز جمعہ شہر اور بڑے دیہات میں ہی جائز ہے!

نماز جمعہ کا قیام شعائر اسلام میں سے ہے تاکہ اس کے ذریعے غیر مسلموں کے سامنے اسلام اور مسلمانوں کی شان و شوکت کا مظاہرہ ہو، اسی وجہ سے شریعت نے اس کو ایسے انداز سے قائم کرنے کا حکم دیا ہے کہ وہ عام نمازوں سے زیادہ شان و شوکت سے ادا کیا جائے تاکہ زیادہ سے زیادہ اسلام کی شان و شوکت کا مظاہرہ ہو اور اسی وجہ سے نماز جمعہ یا تو شہر اور فناء شہر میں جائز ہے یا بڑے دیہاتوں اور قصبوں میں۔ فناء شہر سے مراد وہ جگہ ہے جو شہر کے لوگوں کی ضروریات کے لیے بنائی گئی ہو وہ بھی شہر کا حصہ ہی ہوتی ہے۔ نماز جمعہ کا اصل محل تو شہر ہے چونکہ فناء شہر اور بڑے دیہاتوں اور قصبوں میں بھی شہر کے اثرات پائے جاتے ہیں، اس لیے فناء شہر اور بڑے دیہات میں بھی نماز جمعہ جائز ہے۔ چھوٹے دیہات جنگل اور صحراء میں چونکہ شہر کے اثرات نہیں پائے جاتے اس لیے ان میں نماز جمعہ قائم کرنا جائز نہیں ہے بلکہ ان لوگوں پر ظہر کی نماز فرض ہے اگر یہ لوگ جمعہ پڑھنا چاہیں گے تو ان کو جمعہ کی ادائیگی کے لیے شہروں یا بڑے دیہاتوں میں آنا پڑے گا۔ جیسا کہ خیر القرون میں چھوٹے دیہاتوں والے صحابہ کرام اور تابعین کا دستور تھا۔

## ائمہ احناف کی تصریحات:

فقہ حنفی کے ترجمان امام محمد رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: لا تجب الجمعة الا على اهل الامصار والمدائن۔

جمعہ صرف شہروں اور قصبات کے لوگوں پر فرض ہے۔

فقہ حنفی کی مشہور کتاب کبیری شرح منیۃ المصلیٰ میں لکھا ہے:

ولا شک فی جواز الجمعة فی البلاد والقصبات۔

(کبیری شرح منیۃ المصلیٰ ص 552)

شہروں اور قصبوں میں جمعہ کے جواز میں کوئی شک نہیں۔

علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

وتقع فرضاً فی القصبات والقری الكبيرة التي فيها اسواق وفيما

ذكرنا إشارة الى انه لا تجوز في الصغيرة۔

(شامی ج 1 ص 748)

جمعہ قصبوں اور ان بڑے دیہاتوں میں فرض ہے کہ جن میں بازار ہوں اور

اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ چھوٹے دیہات میں نماز جمعہ جائز نہیں۔

دور حاضر کی مشہور اور مختصر فقہ حنفی کی کتاب تعلیم الاسلام میں لکھا ہے:

جمعہ کی نماز صحیح ہونے کی کئی شرطیں ہیں اول شہر یا قصبہ میں ہونا چھوٹے

گاؤں میں جمعہ کی نماز درست نہیں۔

(تعلیم الاسلام حصہ چہارم ص 57)

مذکورہ بالا عبارات سے یہ بات معلوم ہوئی کہ شہروں اور قصبات کے علاوہ

چھوٹے دیہات اور جنگلوں میں نماز جمعہ جائز نہیں ہے۔

شہر اور قصبہ کسے کہتے ہیں؟:

کیونکہ ہر شہر کے لوازمات اور ضروریات مختلف ہوتی ہیں جن کو شہر کی

تعریف میں بنیادی حیثیت حاصل ہے اس لیے اس چیز کا مدار بھی باقی بہت سے مسائل

کی طرح عرف پر ہے جسے لوگ شہر کہیں وہ شہر ہے جو اس سے کچھ چھوٹا ہو وہ بڑا دیہات اور قصبہ ہے۔

مثلاً: شہر کی پہچان یہ ہے کہ اس میں گلی کوچے ہوں، ڈاکخانہ، قبرستان ہو، عمارتیں پختہ ہوں اور آپس میں ملی ہوئی ہوں، مارکیٹیں ہوں اور ضرورت کی اکثر اشیاء اس جگہ سے مل سکتی ہوں۔ اس میں بادشاہ یا اس کا نائب ہو وہ جگہ کہ جس کی سب سے بڑی مسجد اس کی آبادی کے لیے کافی نہ ہو وغیرہ وغیرہ۔

کسی جگہ کے شہر اور قصبہ ہونے کا مدار لوگوں کے عرف پر ہے جسے لوگ شہر کہیں وہ شہر ہے اور جسے لوگ بڑا دیہات سمجھیں وہ بڑا دیہات اور قصبہ ہے ایسی جگہ جمعہ کی نماز جائز ہے جسے لوگ چھوٹا گاؤں سمجھیں اس میں نماز جمعہ ناجائز ہے۔

### غیر مقلدین کا موقف:

غیر مقلدین نے نہ صرف یہ کہ چھوٹے دیہاتوں میں نماز جمعہ کی فرضیت کا فتویٰ دیا بلکہ پوری امت سے ہٹ کر انتہائی غلو کرتے ہوئے جنگلوں میں بھی نماز جمعہ کو ضروری قرار دیا اور نہ پڑھنے والوں پر طرح طرح کی فتویٰ بازی کی۔

چنانچہ مشہور غیر مقلد عالم؛ نذیر حسین دہلوی لکھتے ہیں: جمعہ کا پڑھنا ہر جگہ فرض ہے خواہ شہر ہو یا گاؤں اور خواہ بڑا گاؤں ہو یا چھوٹا گاؤں۔

(فتاویٰ نذیریہ ج 1 ص 577 ناشر مکتبہ ثنائیہ سرگودھا)

مزید لکھتے ہیں: پس جمعہ کے لیے اتنے آدمی ہونے چاہیں کہ جن سے جماعت ہو جاوے اور جماعت کے لیے کم از کم دو شخص ہونا چاہیے۔

(فتاویٰ نذیریہ ج 1 ص 578)

اگر کوئی ایسی بستی ہو کہ اس میں صرف دو ہی مسلمان ہوں تو ان پر بھی جمعہ

فرض ہے۔

(فتاویٰ نذیریہ ج 1 ص 578)

صحت جمعہ کے لیے مصر کا ہونا شرط نہیں ہے بلکہ ہر جگہ اور ہر مقام میں اقامت جمعہ صحیح و درست ہے مصر ہو خواہ مصر نہ ہو۔

(فتاویٰ نذیریہ ج 1 ص 579)

مشہور غیر مقلد عالم عبدالرحمان مبارکپوری لکھتے ہیں:

ہر جگہ اور ہر مقام میں اقامت جمعہ درست ہے اور چھوٹے اور بڑے گاؤں کی تفریق نہیں آئی ہے کہ بڑے گاؤں میں تو جمعہ درست ہو اور چھوٹے گاؤں میں نا درست۔ بلکہ ہر جگہ اور ہر گاؤں میں خواہ کتنا ہی چھوٹا ہو؛ اقامت جمعہ درست ہے۔

(فتاویٰ نذیریہ ج 1 ص 579 فتاویٰ علمائے حدیث ج 4 ص 64)

معروف غیر مقلد عالم شمس الحق عظیم آبادی لکھتے ہیں:

مسلمانوں کو لازم ہے کہ صلاۃ جمعہ کو شعائر اسلام سمجھ کر اس کے ادا میں غفلت و سستی نہ کریں اور وہ لوگ خواہ شہروں میں ہوں یا دیہات میں، فرضیت اس کی ان کے گلے سے اترتی نہیں جس جگہ پر ہوں صلاۃ جمعہ کو جماعت سے ادا کریں ورنہ مہر شقاوت ان کے دلوں پر لگادی جائے گی اور دل ان کا مثل دل منافق کے ہو جائے گا۔

(مجموعہ مقالات و فتاویٰ شمس الحق عظیم آبادی ص 431)

مزید لکھتے ہیں: صلاۃ جمعہ کہ عمدہ شعائر اسلام سے ہے اور فرضیت اس کی

نص قطعی سے ثابت ہے ادا کرنا اس کا شہر و قصبات و دیہات ہر جگہ لازم و واجب ہے اور محض بنا بر تفسیر کرنی یا بلخی کے کہ وہ مقابل دلیل ظنی کے بھی نہیں ہے بلکہ ایک رائے محض ہے ترک کرنا امر قطعی کا بالکل نا فہمی اور ضعف ایمان کی نشانی ہے۔

(مجموعہ مقالات و فتاویٰ شمس الحق عظیم آبادی ص 464)

غیر مقلد عالم عبد الستار الحما د لکھتے ہیں:

واضح رہے کہ نماز جمعہ فرض ہے اور اس کے لیے صرف جماعت کا ہونا ضروری ہے اور جماعت کا اطلاق کم از کم دو افراد پر کیا گیا ہے حدیث میں ہے کہ دو اور اس سے زیادہ افراد جماعت ہیں۔

(فتاویٰ اصحاب الحدیث ج 1 ص 404 ناشر مکتبہ اسلامیہ لاہور)

غیر مقلد عالم پونس قریشی لکھتے ہیں:

جمعہ کی نماز شہر اور گاؤں والوں پر فرض ہے جو لوگ گاؤں والوں پر جمعہ ساقط کرتے ہیں وہ اللہ کے فرض سے لوگوں کو روک رہے ہیں۔ اس کا خمیازہ آخرت میں ان کو بھگتنا پڑے گا۔

(دستور المتقی ص 159)

غیر مقلد عالم قاضی شوکانی لکھتے ہیں:

وہی کسائر الصلوات لا تخالفھا۔ جمعہ کی نماز دوسری نمازوں ہی کی طرح ہے ان کے خلاف نہیں ہے۔

(الدر البھیہ مع شرح الروضة الندیہ ج 1 ص 134)

نواب صدیق حسن خان اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

جمعہ کی نماز کے دیگر نمازوں کے مخالف نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ کوئی ایسی دلیل نہیں آئی جو جمعہ کی نماز کے دوسری نمازوں کے مخالف ہونے پر دلالت کرے۔

(الروضة الندیہ ج 1 ص 134)

مزید لکھتے ہیں: اگر دو آدمیوں نے کسی ایسی جگہ جمعہ کی جماعت کرائی جہاں

ان کے علاوہ کوئی اور نہ تھا تو انہوں نے وہی کیا جو ان پر واجب تھا۔

(الروضة الندیہ ج 1 ص 134)

مشہور غیر مقلد عالم عبدالستار دہلوی لکھتے ہیں:

جمعہ کی نماز اور نمازوں کی طرح ہے صرف جماعت کی اس میں شرط ہے یعنی امام کے سوا کم از کم ایک آدمی اور ہونا اور نماز سے پہلے دو خطبے پڑھنا۔

(فتاویٰ ستاریہ ج 1 ص 75)

مذکورہ عبارات سے معلوم ہوا کہ غیر مقلدین کے ہاں ہر جگہ جمعہ فرض ہے چھوٹا دیہات ہو اور خواہ جنگل ہو جہاں دو آدمی بھی جمع ہوں جماعت سے جمعہ کی نماز پڑھ سکتے ہیں۔ بلکہ ان دو پر جمعہ پڑھنا فرض ہے وگرنہ گناہ گار ہوں گے۔ جنگل میں دو آدمیوں پر جمعہ کے وجوب میں جو بنیادی بات پیش کی گئی وہ یہ ہے کہ اس کو عام نمازوں پر قیاس کیا گیا ہے کہ جس طرح عام پنج وقتی نمازوں میں دو آدمی اپنی جماعت کروانا چاہیں تو کروا سکتے ہیں اسی طرح نماز جمعہ کی جماعت بھی کروائی جاسکتی ہے۔

نماز جمعہ عام پنج وقتی نمازوں کی طرح نہیں ہے:

چھوٹے دیہات اور جنگل میں جمعہ کو فرض بتاتے ہوئے جمعہ کو عام پنج وقتی نمازوں کی مثل قرار دیا گیا ہے، حالانکہ نماز جمعہ اور عام پنج وقتی نمازوں میں کئی طرح کا فرق ہے جو کہ غیر مقلدوں کو بھی تسلیم ہے۔ مثلاً:

1. پنج وقتی نماز مسافر اور مقیم دونوں پر فرض ہے جبکہ مسافر پر نماز جمعہ فرض نہیں۔
2. پنج وقتی نماز آزاد اور غلام دونوں پر فرض ہے جبکہ جمعہ غلاموں پر فرض نہیں۔
3. پنج وقتی نماز عورتوں پر فرض ہے جبکہ نماز جمعہ ان پر فرض نہیں۔
4. پنج وقتی نماز مجبوری کے وقت بغیر جماعت کے بھی پڑھی جاسکتی ہے جبکہ نماز جمعہ جماعت کے بغیر ادا نہیں ہوتی۔
5. پنج وقتی نماز صحت مند اور مریض دونوں پر فرض ہے جبکہ نماز جمعہ ایسے مریض



پر فرض نہیں جو خود چل کر جمعہ میں شریک نہیں ہو سکتا۔  
 6. پنج وقتی نماز اگر اپنے وقت میں ادا نہ کی جاسکے تو بعد میں اس کی قضاء کی جاسکتی ہے جبکہ جمعہ اگر اپنے وقت میں ادا نہ کیا جاسکے تو بعد میں اس کی قضاء نہیں ہے بلکہ اس کی جگہ ظہر کی نماز ادا کی جائے گی۔

7. غیر مقلدین محلہ کی مسجد میں پنج وقتی نمازوں کی کئی جماعتیں کرواتے ہیں لیکن ایسا کبھی نہیں ہوا کہ ان کی مسجد میں ایک ہی دن میں جمعہ کی کئی جماعتیں ہوئی ہوں۔  
 جب خود غیر مقلد حضرات نماز جمعہ کے پنج وقتی نمازوں سے مندرجہ بالا فرقوں کے قائل ہیں تو پھر اس کو دوسری نمازوں پر کیوں قیاس کرتے ہیں؟  
غیر مقلدین کے موقف کی تردید غیر مقلد علماء سے:

شام کے مشہور غیر مقلد عالم جمال الدین محمد قاسمی کی ایک کتاب ”اصلاح المساجد“ کے نام خود غیر مقلد حضرات نے شائع کی ہے۔ جس کے شروع میں اس کتاب اور اس کے مصنف کا تعارف ان الفاظ میں تعارف کرایا گیا ہے:  
 اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ شام کے مشہور سلفی عالم شیخ جمال الدین قاسمی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب اصلاح المساجد من البدع والعوائد میں ان تمام بدعات و رسومات اور متولیان وائمہ کی پیدا کردہ برائیوں پر خوب سیر حاصل بحث کی ہے حقیقت یہ ہے کہ انہوں نے مسلمانوں کی دکھتی رگ پکڑی ہے اور مساجد سے متعلق چھوٹی بڑی تمام باتوں پر بڑی تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔

جن کو پڑھ کر مساجد سے متعلق شریعت کا حقیقی مطمح نظر کھل کر سامنے آ جاتا ہے اس کتاب کی صحت اور اہمیت اس لحاظ سے بھی اور بڑھ گی ہے کہ اس کی تصحیح اور احادیث کی تحقیق محدث العصر علامہ ناصر الدین البانی نے فرمائی ہے، جو اس وقت

پوری دنیا میں فن حدیث کے امام تسلیم کیے جاتے ہیں اس طرح یہ کتاب اردو زبان میں اپنے موضوع پر انوکھی اور مستند ہے۔ کتاب کا اردو ترجمہ ہندوستان کی مشہور اسلامی یونیورسٹی جامعہ سلفیہ بنارس کے ڈاکٹر مقتدی حسن ازہری نے کیا ہے جو نہایت صحیح سلیس اور عام فہم ہے۔ (اصلاح المساجد ص 16 ناشر مکتبہ قدوسیہ لاہور)

اس کتاب میں غیر مقلدین کے موقف کی بھرپور تردید کی گئی ہے، چنانچہ جمال الدین قاسمی لکھتے ہیں:

(1) فتح الباری میں جمعہ کی صحت کے لیے مشروط تعداد کے بارے میں علماء کے پندرہ اقوال مذکور ہیں بعض لوگوں نے ان میں سے اہل ظاہر کے قول کی تائید کی ہے جس میں کہا گیا ہے کہ دو آدمیوں سے جمعہ صحیح ہو جائے گا اس کی دلیل یہ ذکر کی ہے کہ ایک آدمی کے دوسرے کے ساتھ ہونے سے اجتماع حاصل ہو جاتا ہے اور شارع نے دو پر جماعت کا اطلاق کیا ہے چنانچہ وارد ہے کہ الاثنان فما فوقھا جماعۃ دو اور دو سے زائد کیلئے جماعت کا حکم مزید کہا کہ دو سے باتفاق تمام نمازیں ہو جاتی ہیں اور جمعہ بھی نماز ہے جس کیلئے بغیر دلیل کو دوسرا حکم نہیں ہو گا اور زائد عدد کا اعتبار کرنے کی یہاں کوئی دلیل نہیں یہ بات بعض لوگوں کو اچھی طرح معلوم ہوئی تو اسے حق صریح سمجھ کر تسلیم کر لیا۔

لیکن میرا قول یہ ہے کہ اہل ظاہر بہت سے مسائل میں کھلے جہود اور مجادلانہ ہوس سے کام لیتے ہیں اور سفسطہ کا سہارا لے کر یہ کہہ دیتے ہیں کہ یہ وارد نہیں یہ صحیح نہیں اور ایسا نہ کرنے کی کوئی دلیل نہیں۔ ان کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ تمام تشریح نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قول اور اہل ظاہر کے مالوف اسلوب سے ہونی چاہیے لیکن یہ شریعت کے بہت سے ابواب میں اس کے مقاصد سے غفلت کی دلیل ہے اس کی

حیثیت مغز کو چھوڑ کر چھلکے معنی کو نظر انداز کر کے لفظ اور روح سے بے توجہ برت کر جسم کو اختیار کرنے کے مانند ہے، عبادات میں جس سنت کا حکم ہے اس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا قول و فعل اور تقریر سب داخل ہیں اور اصولی علماء اس پر متفق ہیں جمعہ کی اصل مشروعیت یہود و نصاریٰ کے ہفتہ وار اجتماع کے بالمقابل ایک اجتماع کی غرض سے ہے کیونکہ اس میں بڑے بڑے فوائد مضمر ہیں۔ (اصلاح المساجد ص 83، 84)

2: ابن المنذر کا قول ہے لوگوں کا اس بارے میں کوئی اختلاف نہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفاء راشدین کے عہد میں جمعہ صرف مسجد نبوی میں پڑھا جاتا تھا اور جمعہ کے دن تمام مساجد کو چھوڑ کر ایک مسجد میں لوگوں کا اجتماع اس بات کا واضح ثبوت ہے جمعہ دوسری نمازوں سے مختلف ہے اور اسے ایک ہی جگہ پڑھا جاسکتا ہے۔ (اصلاح المساجد ص 87)

### بقیہ: نزول عیسیٰ علیہ السلام کا وقت

رہ گئی یہ بات کہ پھر اتنے بڑے حضرات اکابر نے وقتِ عصر کیسے ذکر کر دیا؟ تو جاننا چاہیے کہ ان اکابرین سے اس مسئلے میں سہو ہو جانے سے ان کی شان میں فرق نہیں پڑتا، بلکہ یہ تو دلیل ہے کہ معصوم عن الخطا صرف حضرات انبیاء علیہم الصلوٰت والتسلیمات ہیں اور کوئی نہیں۔ نیز! یہ سہو اپنے سے متقدم کے اوپر اعتماد کرتے ہوئے نقل در نقل میں خطا کی قبیل میں سے ہے اور ایسا صرف انہی سے نہیں بلکہ بہت سے حضرات اکابرین سے صادر ہونا مشاہد ہے۔

مذکورہ بالا تفصیل کے بعد مناسب یہی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کے نزول کا وقت ”نمازِ فجر“ ہی بیان کیا جائے اور لکھا جائے، تا وقتیکہ نمازِ عصر کے وقت کی تصریح صحیح روایات سے سامنے آجائے۔

## سالانہ اجتماع کی مختصر کارگزاری

### مولانا محمد کلیم اللہ حنفی

6 مارچ اتوار صبح 9 بجے مرکز اہل السنۃ والجماعت میں ساتواں سالانہ اجتماع ہوا۔ اس موقع بطور خاص مولانا محمد الیاس گھسن، خواجہ عزیز احمد مرکزی رہنما عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت، مولانا محمد اکرم طوفانی، مولانا ارشد الحسینی اٹک، مفتی اولیس عزیز اسلام آباد، مولانا محمد زکریا ٹیکسلا، مولانا حبیب الرحمن کھڑپکا، جلالی برادران، عبدالرافع راکع اور امین برادران ودیگر نے سامعین سے اظہار خیال کیا۔

اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے علماء نے کہا کہ اسلام ایسا دین ہے جس میں ہر دور کے مسائل کا حل موجود ہے۔ دنیا کے کونے کونے میں اسلام کے نظام امن کو عام کرنے کی ضرورت ہے۔ آج بعض لوگ بد قسمتی سے دینی احکام سے ناواقفیت کی بنا پر ماڈرن اسلام کا نعرہ لگا کر درحقیقت اسلام کی اساسیات کو کمزور کرنے مصروف ہیں اور فرنگی تہذیب و تمدن، مغربی کلچر اور آزاد خیالی کی راہ ہموار کر رہے ہیں۔ ایسے حالات میں علماء کرام کو اپنی ذمہ داریاں پوری کرتے ہوئے بھرپور محنت کرنا ہوگی تاکہ غیر مسلم اقوام کو اسلام کی طرف لایا جائے اور مسلم قوم کا ایمان بچایا جائے۔ اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ پاکستان میں مسلسل فرقہ واریت اور دہشت گردی کے واقعات سے دنیا بھر میں ہمارا تشخص بری طرح متاثر ہوا ہے۔

اجتماع کے آخر میں مرکز اہل السنۃ والجماعت سے فارغ التحصیل 60 علماء اور 6 حفاظ کرام کی دستار بندی کی گئی۔ اس موقع پر سیاسی و مذہبی زعماء صحافتی برادری اور عوام الناس نے بھرپور شرکت کی۔

## وفات کے بعد خاوند کا اپنی بیوی کو غسل دینا؟

متکلم اسلام مولانا محمد الیاس گھمن کی زیر نگرانی مرکز اہل السنۃ والجماعۃ کے ”آن لائن دارالافتاء“ سے پوچھے گئے سوالات و جوابات کا سلسلہ  
نوٹ: سائل کو جواب میل کرنے کے بعد افادہ عام کے لیے ادارے کی  
آفیشل ویب سائٹ [www.ahnafmedia.com/darulifta](http://www.ahnafmedia.com/darulifta) پر  
اپ لوڈ کر دیا جاتا ہے۔

ای میل ایڈریس: [mufti@ahnafmedia.com](mailto:mufti@ahnafmedia.com)

سوال:

محترم حضرت مفتی صاحب!

ایک مسئلہ میں دینی رہنمائی کی ضرورت ہے۔ مسئلہ یہ ہے کہ کیا جب بیوی فوت ہو جائے تو اس کا خاوند اسے غسل دے سکتا ہے یا نہیں؟

سائل: عبدالنافع، دمام سعودی عرب

جواب:

اللہ تعالیٰ آپ کو دنیا و آخرت کی ساری خوشیاں نصیب فرمائے۔ آج کل یہ سوال بہت گردش کر رہا ہے اور بہت سارے احباب نے اس بارے شرعی آگاہی کا اظہار کیا ہے۔ خاوند اور بیوی جب تک زندہ رہتے ہیں ان کے لیے ایک دوسرے کے بدن کو چھونا جائز ہوتا ہے لیکن جب ان میں سے کسی ایک کی وفات ہو جائے تو

دوسرے کے لیے اس کے بدن کو چھونا اور غسل دینا جائز ہے یا نہیں؟ اس بارے میں تفصیل یہ ہے:

1: اگر خاوند فوت ہو جائے تو بیوی اسے غسل دے سکتی ہے۔

2: اگر بیوی فوت ہو جائے تو خاوند اسے غسل نہیں دے سکتا۔

### پہلے جزء کی دلیل:

اس موقف کی دلیل جو اصول کے درجے میں ہے وہ یہ ہے کہ جب بیوی فوت ہو جاتی ہے تو خاوند سے اس کا نکاح بھی ٹوٹ جاتا ہے اور نکاح کے اثرات بھی نہیں ہوتے (نکاح کا اثر وفات کے بعد عدت کا لازم ہونا ہے اور بیوی کے فوت ہونے کی صورت میں خاوند پر عدت لازم نہیں آتی) اب خاوند کی حیثیت بیوی کے لیے ایک اجنبی کی سی ہے۔ جس طرح اجنبی آدمی اس عورت کو نہ چھو سکتا ہے اور نہ ہی غسل دے سکتا ہے اسی طرح یہ خاوند بھی نہ اس عورت کو چھو سکتا ہے اور نہ ہی غسل دے سکتا ہے۔

بیوی کے فوت ہونے پر نکاح ٹوٹ جانے کی دلیل یہ ہے کہ بیوی جب تک نکاح میں ہے اس کی بہن سے نکاح نہیں ہو سکتا۔ لیکن اگر بیوی فوت ہو جائے تو وفات کے فوراً بعد اس کی بہن سے نکاح ہو سکتا ہے۔ چنانچہ امام عبد الرزاق الصنعانی رحمہ اللہ (ت 211ھ) امام سفیان ثوری رحمہ اللہ (ت 161ھ) سے نقل کرتے ہیں کہ امام سفیان ثوری فرماتے ہیں:

ونقول نحن لا يغسل الرجل امرأته لأنها لو شاء تزوج أختها حين ماتت ونقول تغسل المرأة زوجها لأنها في عدة منه.

(مصنف عبد الرزاق: ج 3 ص 256 حدیث نمبر 6145)

ترجمہ: ہمارا موقف یہ ہے کہ خاوند اپنی بیوی کو غسل نہیں دے سکتا کیونکہ بیوی کے مرنے کے بعد (نکاح ٹوٹ جاتا ہے جس کی دلیل یہ ہے کہ) یہ جس وقت چاہے اس کی بہن سے نکاح کر سکتا ہے اور ہمارا موقف یہ بھی ہے کہ عورت اپنے خاوند کو غسل دے سکتی ہے کیونکہ یہ اس کی عدت میں ہے (جو کہ نکاح کے آثار کا نتیجہ ہے) دوسرے جزیء کی دلیل:

اگر خاوند فوت ہو جائے تو بیوی پر نکاح کے اثرات عدت گزرنے تک باقی رہتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ خاوند کے مرنے کے بعد عدت کے اندر ہوتے ہوئے عورت دوسری جگہ نکاح نہیں کر سکتی۔ جب نکاح کے اثرات عورت کے حق میں باقی ہیں تو اس کے لیے خاوند کو ہاتھ لگانا اور غسل دینا صحیح ہو گا۔ چنانچہ تین روایتیں پیش خدمت ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ اس اصول کے پیش نظر بیوی اپنے میت خاوند کو غسل دے سکتی ہے:

### روایت نمبر 1:

عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: "لَوْ كُنْتُ اسْتَقْبَلْتُ مِنَ الْأَمْرِ، مَا اسْتَدْبَرْتُ مَا غَسَّلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَبْرُ نِسَائِهِ". (سنن ابن ماجہ: حدیث: 1464)

ترجمہ: ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اگر مجھے اپنی اس بات کا علم پہلے ہی ہو گیا ہوتا جو بعد میں ہو اتو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کی بیویاں ہی غسل دیتیں۔

### روایت نمبر 2، 3:

علامہ ابن عبد البر (م 463ھ) لکھتے ہیں: وغسلت أسماء بنت عمیس

زوجہا أبابکر محضر جلة من الصحابة وكذلك غسلت أباموسى امرأته.

(التمهيد لابن عبد البر: ج 1 ص 380)

ترجمہ: حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا نے اپنے خاوند حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو بڑے بڑے صحابہ کی موجودگی میں غسل دیا تھا، اسی طرح حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو ان کی بیوی نے غسل دیا تھا۔

### ایک اہم تنبیہ:

بعض لوگ دو روایتیں پیش کر کے یہ کہتے ہیں کہ خاوند بھی بیوی کو غسل دے سکتا ہے۔ ذیل میں ہم دونوں روایات پیش کر کے ان کا صحیح معنی و مفہوم پیش کرتے ہیں۔

### روایت نمبر 1:

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ رَجَعَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْبَيْعِ فَوَجَدَنِي وَأَنَا أَجِدُ صَدَاعًا فِي رَأْسِي وَأَنَا أَقُولُ وَارَأْسَاهُ فَقَالَ بَلْ أَنَا يَا عَائِشَةُ وَارَأْسَاهُ ثُمَّ قَالَ مَا ضَرَّكَ لَوْ مِثَّ قَبْلِي فَقُمْتُ عَلَيْكَ فغَسَلْتُكَ وَكَفَفْتُكَ وَصَلَّيْتُ عَلَيْكَ وَدَفَنْتُكَ.

(سنن ابن ماجہ: حدیث نمبر 1465)

ترجمہ: عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیع سے واپس آئے، تو مجھے درد سر میں مبتلا پایا، میں شدت درد سے کہہ رہی تھی: ”ہائے میرا سر!!“ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نہیں عائشہ! میں کہتا ہوں: میرا سر!! [مطلب یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طبیعت ناساز تھی، اور یہ واقعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے انتہائی آخری ایام میں ہوا تھا، اور اس کے فوراً بعد آپ کو مرض الموت لاحق ہو گیا تھا۔] پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر تم مجھ سے پہلے



فوت ہو جاؤ تو تمہیں کوئی نقصان نہیں ہوگا، میں ہی تمہیں غسل دوں گا، کفن پہناؤں گا اور جنازہ پڑھ کر دفن کروں گا۔

### صحیح مفہوم:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت یہ ہے کہ آپ کے نکاح میں آنے کے بعد امہات المؤمنین دنیا و آخرت میں آپ کی زوجات ہیں حتیٰ کہ آپ علیہ السلام کی وفات کے بعد بھی وہ آپ کی بیویاں رہی ہیں۔ چنانچہ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ (ت 279ھ) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ایک روایت لائے ہیں:

عن عائشة: أن جبريل جاء بصورتها في خرقة حرير خضراء إلى النبي صلى الله عليه وسلم فقال إن هذه زوجتك في الدنيا والآخرة.

(جامع الترمذی: حدیث نمبر 3880)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضرت جبریل علیہ السلام ایک ریشمی سبز کپڑے میں میری تصویر لپیٹ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لائے اور کہا: یہ دنیا و آخرت میں آپ کی بیوی ہے۔

دنیا و آخرت میں آپ کی بیوی ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ آپ علیہ السلام کی وفات کے باوجود آپ کا ان سے نکاح باقی ہے۔ تو جب آپ کا نکاح باقی ہے تو آپ کا غسل کی بات کرنا صحیح و درست ہوا۔

مفتی اعظم ہند مفتی عزیز الرحمن رحمۃ اللہ علیہ (ت 1347ھ) فرماتے ہیں: ”آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانا (کہ میں تمہیں غسل دوں گا) آپ کی خصوصیات میں سے ہے۔“

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ج 5 ص 178)

## روایت نمبر 2:

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو بعد از انتقال خود غسل دیا تھا۔ (السنن الکبریٰ للبیہقی: حدیث نمبر 6905 وغیرہ)

صحیح مفہوم:

اولاً۔۔ اس سلسلے میں تین روایتیں مروی ہیں:

اول: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے غسل دیا تھا۔

(معرفۃ السنن والآثار للبیہقی: ج 5 ص 232)

دوم: یہ کہ اسماء بن عمیس رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ دونوں نے مل کر غسل دیا تھا۔ (السنن الکبریٰ للبیہقی: حدیث نمبر 6905)

سوم: حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہ نے انتقال سے پہلے غسل فرمایا اور نئے کپڑے پہنے اور فرمایا کہ: ”میں رخصت ہو رہی ہوں، میں نے غسل بھی کر لیا ہے، اور کفن بھی پہن لیا ہے، مرنے کے بعد میرے کپڑے نہ ہٹائے جائیں۔“ یہ کہہ کر قبلہ رولٹ گئیں اور رُوح پرواز کر گئی، ان کی وصیت کے مطابق انہیں غسل نہیں دیا گیا۔

(مصنف عبدالرزاق: ج 3 ص 257 حدیث نمبر 6151 وغیرہ)

جب روایات اس سلسلے میں متعارض ہیں تو اس واقعے پر کسی شرعی مسئلے کی بنیاد رکھنا صحیح نہیں ہوگا۔

ثانیاً..... بعض محققین نے یہ تسلیم کرنے کی صورت میں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے غسل دیا ہے، اس روایت کا معنی یہ بیان کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے غسل دینے سے مراد غسل کے سامان کا انتظام کرنا تھا، اس لیے غسل کی نسبت حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف مجازاً ہے، حقیقتاً غسل حضرت ام ایمن ہی نے

دیا تھا۔ چنانچہ رد المحتار میں ہے:

فَاطِمَةُ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا غَسَلَهَا أُمُّ أَيْمَنَ حَاضِنَتُهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَضِيَ عَنْهَا فَتَحْمِلُ رِوَايَةُ الْغُسْلِ لِعَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ عَلَى مَعْنَى التَّهْنِئَةِ وَالْقِيَامِ الثَّامِرِ بِأَسْبَابِهِ.

(رد المحتار: ج 6 ص 243)

ترجمہ: حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو غسل حضرت ام ایمن نے دیا تھا، لہذا جس روایت میں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے غسل دیا تھا اس کا مطلب یہ ہے کہ انہوں نے غسل دینے میں ام ایمن کا تعاون کیا تھا مثلاً سامان غسل کا انتظام وغیرہ انہوں نے کیا تھا۔

مثلاً... اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے غسل دینے کی روایت کو تسلیم بھی کر لیا جائے تو زیادہ سے زیادہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ یہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا و حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خصوصیت تھی اور اس خصوصیت پر دلیل یہ روایت ہے کہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی کو غسل دیا تو حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس پر اشکال کیا، اس پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یہ جواب دیا: أَمَّا عَلِمْتُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِنَّ فَاطِمَةَ زَوْجَتُكَ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ.

کیا آپ کو معلوم نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا تھا: (اے علی!) فاطمہ دنیا میں بھی تمہاری بیوی ہے اور آخرت میں بھی تمہاری بیوی ہے۔ یہ بعینہ ویسی دلیل ہے جیسی دلیل حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ماقبل میں گزری ہے جس میں نکاح کا باقی رہنا ثابت ہو رہا تھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضرت علی کا

یہ ارشاد فرمانا اس بات کی دلیل ہے کہ آپ کا اپنی بیوی کو غسل دینا یہ آپ کی خصوصیت ہے، عام رواج اس وقت یہ نہیں تھا۔ مشہور فقیہ و محقق علامہ ابن عابدین شامی (ت 1252ھ) لکھتے ہیں: فَادْعَاؤُهُ الْخُصُوصِيَّةَ دَلِيلٌ عَلَى أَنَّ الْمَذْهَبَ عِنْدَهُمْ عَدَمُ الْجَوَازِ۔ (رد المحتار: ج 6 ص 243)

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ کا اپنی خصوصیت کا دعویٰ پیش کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ اس وقت صحابہ کے ہاں بیوی کو غسل دینا ناجائز شمار ہوتا تھا۔ (اسی لیے تو حضرت ابن مسعود نے اشکال کیا اور حضرت علی نے جواباً اپنی خصوصیت کا ذکر فرمایا) معلوم ہوا کہ اس دور میں خاوند اپنی بیویوں کو غسل نہیں دیتے تھے۔

مشہور عالم علامہ ابن عبد البر (ت 463ھ) بھی اسی حقیقت کا اظہار کرتے ہوئے فرماتے ہیں: لِأَنَّ بَنَاتَ رَسُولِ اللَّهِ اللّٰهُ الْوَلَوَاتِ تُوْفِيْنَ فِيْ حَيَاتِهِنَّ زَيْنَبَ وَرَقِيَّةَ وَأُمَّ كَلْثُومَ وَلَمْ يَبْلُغْنَ أَنْ إِحْدَاهُنَّ غَسَلَهَا زَوْجَهَا۔ (التمهيد: ج 1 ص 380)

ترجمہ: اس لیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیاں؛ حضرت زینب، حضرت رقیہ اور حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہن جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات ہی میں فوت ہوئیں، ان میں سے کسی کے بارے میں ہمیں یہ بات نہیں پہنچی کہ ان کو ان کے خاندانوں نے غسل دیا ہو۔

ثابت ہوا کہ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت تھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی (بشرط ثبوت) خصوصیت تھی، عام رواج ہر گز نہیں تھا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ

(مفتی) شبیر احمد حنفی

الجواب الصحيح

(مولانا) محمد الیاس گھمن

## جمعہ کے دن کی اہمیت

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جمعہ کا دن سارے دنوں کا سردار ہے، اللہ تعالیٰ کے نزدیک جمعہ کا دن سارے دنوں میں سب سے زیادہ عظمت والا ہے۔ یہ دن اللہ تعالیٰ کے نزدیک عید الاضحیٰ اور عید الفطر کے دن سے بھی زیادہ مرتبہ والا ہے۔ اس دن کی پانچ باتیں خاص ہیں:

(۱) اس دن اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا۔

(۲) اسی دن اُن کو زمین پر اتارا۔

(۳) اسی دن اُن کو موت دی۔

(۴) اس دن میں ایک گھڑی ایسی ہے کہ بندہ اس میں جو چیز بھی مانگتا ہے

اللہ تعالیٰ اس کو ضرور عطا فرماتے ہیں؛ بشرطیکہ کسی حرام چیز کا سوال نہ کرے۔

(۵) اور اسی دن قیامت قائم ہوگی۔ تمام مقرب فرشتے، آسمان،

زمین، ہوائیں، پہاڑ، سمندر سب جمعہ کے دن سے گھبراتے ہیں کہ کہیں قیامت قائم نہ

ہو جائے؛ اس لیے کہ قیامت، جمعہ کے دن ہی آئے گی۔ (ابن ماجہ)

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: سورج کے طلوع و غروب والے دنوں

میں کوئی بھی دن جمعہ کے دن سے افضل نہیں، یعنی جمعہ کا دن تمام دنوں سے افضل ہے

(صحیح ابن حبان)

رسول اللہ ﷺ نے ایک مرتبہ جمعہ کے دن ارشاد فرمایا: مسلمانو! اللہ

تعالیٰ نے اس دن کو تمہارے لیے عید کا دن بنایا ہے؛ لہذا اس دن غسل کیا کرو اور

مسواک کیا کرو (طبرانی، مجمع الزوائد)۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جمعہ کا دن ہفتہ کی عید ہے۔

## ”کارگزاریاں“

متکلم اسلام مولانا محمد الیاس گھمن حفظہ اللہ امیر عالمی اتحاد اہل السنۃ والجماعت عقائد اسلامیہ اور مسائل اہل السنۃ والجماعت کی اشاعت و تحفظ کے لیے دنیا بھر میں مسلسل مصروف عمل ہیں۔ جس کا نتیجہ یہ ہے کہ عوام میں عقیدہ و عمل کے بارے شعور بیدار ہو رہا ہے۔ اس سلسلے میں ادارہ کو بہت زیادہ پیغامات بذریعہ ای میل، واٹس ایپ، میسجز موصول ہوتے ہیں۔ جنہیں ہم مستقل عنوان ”کارگزاریاں“ سے آپ کی خدمت میں پیش کر رہے ہیں۔ اگر آپ بھی اپنی کارگزاری بھیجنا چاہتے ہوں تو ہم سے رابطہ کریں۔

ای میل: mag@ahnafmedia.com

واٹس ایپ + میسجز: +923062251253

عبد الشکور، میرپور آزاد کشمیر سے :

محترم و مکرم حضرت استاد جی صاحب دامت برکاتہم العالیہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

امید قوی ہے کہ مزاج گرامی بخیر ہوں گے دعاہیکہ اللہ تعالیٰ آپ کا سایہ امت مسلمہ پر تادیر قائم و دائم رکھے صحت و عافیت کاملہ عطا فرمائے اور جان و مال کی حفاظت کاملہ عطا فرمائے۔ بندہ چند امور مشورہ و رہنمائی حاصل کرنے کی غرض سے آپ کی چند قیمتی ساعتیں حاصل کرنے کی گستاخی کا مرتکب ہو رہا ہے امید ہے کہ آپ شفقت فرماتے ہوئے رہنمائی فرمائیں گے

1: بندہ کی شادی انگلینڈ سے ہوئی۔ آپ کی شخصیت جہاں دیدہ ہے اور آپ کے

اکثر و بیشتر مختلف حوالوں سے برطانیہ اور دیگر ممالک کے اسفار رہتے ہیں آپ وہاں کے

ماحول اور معاشرے اور وہاں کے تقاضوں سے بہتر واقفیت رکھتے ہیں اس امر میں رہنمائی فرمائیں کہ

❖ برطانیہ میں پاکستانی مدارس کے فاضل نوجوانوں کو کن میدانوں میں کام کرنے کی زیادہ ضرورت ہے؟

❖ کہاں ان کے لیے بہتر مواقع ہیں؟

❖ کن امور میں علمی و عملی سطح پر تیاری کرنی چاہئے؟

❖ اس حوالے سے دیگر کن مسائل و مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور ان سے بچاؤ کی ممکنہ تدابیر کیا ہو سکتی ہیں؟

2: بلا مبالغہ اس وقت آپ کی شخصیت سے اور مرکز سے عالمی سطح پر فیض پھیل رہا ہے اور آپ کے ادارہ اور آپ کی شخصیت نے حضرت مولانا عبد الشکور لکھنوی رحمہ اللہ کے ادارہ دارا لمبلغین کی یادیں تازہ کر دی ہیں اس منہج پر نظریاتی بنیادوں پر لڑیچر اور رافراد تیار ہو رہے ہیں اور فی زمانہ اس حوالے سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو منفرد شان عطاء فرمائی ہے

3: بندہ کم از کم اپنی معلومات کے لیے اپنے اساتذہ اور طلبہ اور عوام کی ذہن سازی کے لیے کتب کا مطالعہ کرنا چاہتا تھا اور اس سے پہلے بھی کرتا رہتا ہوں اس حوالے سے رہنمائی فرمائیں۔ بہت نوازش ہوگی۔

4: خطابت کے میدان کے آپ شاہسوار ہیں۔ نو آموز خطباء کے لیے بھی چند ہدایات عنایت فرمائیں۔

دعاؤں کا طلبگار

عبد الشکور، آزاد کشمیر

## لوحِ ایام

مرکز اہل السنۃ والجماعۃ سرگودھا میں معزز مہمانان گرامی کی آمد اور متکلم اسلام مولانا محمد الیاس گھمن حفظہ اللہ کے اندرون و بیرون ممالک کے مختلف مسکنی اسفار اہم مذہبی، سیاسی اور سماجی شخصیات سے خصوصی ملاقاتیں

❖ 3 مارچ بروز جمعرات ماہانہ تین روزہ تحقیق المسائل کو رس منعقد ہوا۔ جس میں مختلف شعبہ ہائے زندگی سے تعلق رکھنے والے افراد شریک ہوئے۔

❖ 3 مارچ بروز جمعرات کو مرکز اہل السنۃ والجماعۃ میں ماہانہ اصلاحی و خانقاہی اجتماع ہوا۔ جس میں متکلم اسلام مولانا محمد الیاس گھمن نے بیان کیا بعد ازاں مجلس ذکر بھی کرائی اور چاروں سلاسل میں کثیر افراد کو بیعت بھی فرمایا۔

❖ 6 مارچ بروز اتوار مرکز اہل السنۃ والجماعۃ میں سالانہ عوامی اجتماع ہوا جس میں ملک بھر سے عوام و خواص نے بھرپور شرکت کی۔

❖ قائم مقام جنرل سیکرٹری جمعیت علماء اسلام (ف) مولانا محمد امجد خان مرکز اہل السنۃ والجماعۃ تشریف لائے۔ اور علماء اساتذہ و طلباء سے خطاب کیا انہوں نے متکلم اسلام کی خدمات کو خوب سراہا۔

❖ جمعیت علماء اسلام (س) کے آل پارٹیز کانفرنس کے مشاورتی اجلاس میں متکلم اسلام مولانا محمد الیاس گھمن نے خصوصی شرکت کی اور قائدین سے ملکی حالات پر تبادلہ خیال بھی کیا۔

❖ حضرت متکلم اسلام تبلیغی و مسکنی دورہ کے لیے ملک کے بیشتر اضلاع میں تشریف لے گئے۔



## ماہنامہ فقیہ ملنے کے پتے

ایجنسی ہولڈرز	علاقہ	فون نمبرز
دارالایمان	کراچی	03342028787
ڈاکٹر تحسین اللہ	پشاور	03339217613
مولانا محمد نوید حنیف	آزاد کشمیر	03132317090
مولانا محمد شہباز	کبیر والا	03066310082
مولانا محمد صدیق	ڈیرہ غازی خان	03356351893
مولانا محمد قاسم	ملتان	03007408019
مولانا عمر خطاب	انک	03077375075
رحمت اللہ	کوہاٹ	03449251287
مولانا خالد زبیر	فیصل آباد	03153759031
مولانا خالد زبیر	چکوال	03335912502
محمد رئیس	ٹانک	03319143483
مولانا محمد دلاور	اوکاڑہ	03136969193
مولانا عبد اللہ قمر	قصور	03008091899
مولانا عبد اللہ شہزاد	حافظ آباد	03212374824
عبد الوکیل عزیزی	سیالکوٹ	03338639255
ذوالقرنین حیدر	ڈیرہ اسماعیل خان	03343682508

نوٹ: ایجنسی بک کروانے کے لیے رابطہ کریں: 03326311808